وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ

الحمد للہ کہ

رسالہ

اسلام اور برٹش لا

یعنے

سیاست محمدیہ اور قوانین انگریزی کا مقابلہ

جس میں انگریزی قوانین کے مقابلہ میں اسلامی قوانین کو ہر شعبے میں فضل اور برتر ثابت کیا گیا ہے

مصنفہ

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مصنف تفسیر ثنائی و تفسیر القرآن وغیرہ

بفرمائش

خاکسار عطاء اللہ منیجر دفتر اہلحدیث امرتسر پبلشر

۱۹۲۳ء

برقی مطبع بازار دوردھان بازار امرتسر میں باہتمام شیخ عبدالعزیز پرنٹر سے چھپا

بار سوم

محل وصول دفتر اہلحدیث

قیمت ۶

اخبار

اہلحدیث امرتسر

یہ اخبار کیا ہے؟ مجمع البحرین ہے یعنے دین و دنیا کا مجموعہ ۱۸×۲۲ کے ۱۶ بڑے صفحوں پر ہر جمعہ کو امرتسر سے شایع ہوتا ہے جس میں مذہبی و ملکی اخلاقی و تاریخی مضامین چھپنے کے علاوہ متفرق سوال و جواب دینی فتوے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں اور ایک دو صفحوں پر دنیا کی چیدہ چیدہ خبریں درج ہوتی ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید و سنت کا حامی اور شرک و بدعة کا دشمن ہے۔

قیمت سالانہ پانچ روپیہ نمونہ ۱ر

منیجر اہلحدیث امرتسر

اسلام اور برٹش لاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پہلے مجھے دیکھئے

التماس مصنف

ہر سلطنت کا فرض بلکہ دعویٰ بھی ہے کہ وہ رعایا کی فلاح وبہبود کی محافظ ہے اس لئے ہر قانون اور ہر عمل میں یہ اصول مدنظر رہنا چاہیئے بلکہ رکھا بھی جاتا ہے۔ بلحاظ ترقی علوم وفنون بہ نسبت سابق آجکل جو ترقی ہے کسی سے مخفی نہیں زمین و آسمان کا فرق اس کے مقابل میں کوئی چیز نہیں۔

اس کتاب کے لکھنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اسوقت تک تہذیب اور تمدن کے انتہا پر ترقی کر جانیکے باوصف بھی کوئی سلطنت اسلام کے ان قوانین سے عمدہ تو کجا مساوی بھی نہیں بنا سکی جو اسلام کے مبلغ خدا کے سچے رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود ظاہری بے علمی اور عرب جیسے جنگی ملک کی بود وباش کے بتلائے ہیں جن سے عرب جیسے غارتگر ملک میں ایسا امن ہوا کہ اسوقت دنیا میں عنقا ہے پس ان وجوہ سے میں نے اس رسالہ کے تین باب اور ایک خاتمہ کیا ہے۔

باب اول میں جوڈیشل یعنے تعزیرات کا ذکر ہوگا۔ اور باب دوم میں ضابطہ دیوانی

گفتگو اور باب سوم میں مالگذاری کا مقابلہ اور خاتمہ پر فلاح رعیت کا مختصر ذکر

واضح رہے کہ اس رسالہ میں میرا روئے سخن مذہبی پہلو پر نہین بلکہ معدلت گستری اور سیاست کے لحاظ سے ہے کیونکہ آجکل کی حکومتیں اپنی سیاست اور وضع قوانین میں کسی مذہبی ہدائیت کی پابند ہونے کی مدعی نہیں پس میری غرض صرف یہ ہے کہ اس امر کا ثبوت ہو کہ **اسلام** روحانی تعلیم کے علاوہ ملکداری اور جہانبانی بھی اعلےٰ درجہ کی سکھاتا ہے جو لوگ ایسی تحریروں کو غیر مفید جانا کرتے ہیں وہ اس امر پر خوب غور کریں + رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۵

خادم ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری	دفعہ سوم	ماہ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ جنوری ۱۹۲۳ء

تمہید ضروری قابل ملاحظہ ہے

دنیا کی مختلف الطبائع آبادی کا انتظام صانع عالم نے جس طرح کیا ہے عقل حیران ہے اُن کی پرورش کا انتظام ہے تو عجیب ہے ان کی بو دو باش کا طریق ہے تو عجیب تر۔ پھر باہمی ایک دوسرے کی قدرتی ماتحتی ہے تو سب سے تعجب انگیز ہاتھی گھوڑا۔ اونٹ وغیرہ جیسے شاہ زور حیوانوں کو کمزور انسان کے ماتحت بنایا ہے مجال نہیں کہ اس کے حکم کے بغیر سر بھی ہلا سکیں حالانکہ طاقت اور قوت کا مقابلہ اگر کیا جاوے تو کوئی نسبت ہی نہ ملے فَسُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ[1]۔ اس قدرتی انتظام کے بعد ایک مرتبہ اور باقی تھا۔ اگر اس کا انتظام سب نہ ہوتا تو یہ سب انتظام کسی کام بھی نہ آتا وہ انتظام بنی آدم کا ہے کون نہیں جانتا کہ انسانوں کی طبائع میں جو اختلاف ہے اُس کے مقابلہ پر زمین و آسمان کی دوری کچھ نسبت ہی نہیں رکھتی ایک کی طبیعت سراسر خداترس رحم دل حق شناس ہے تو دوسرا نہائیت سخت دل ظلم کیش بد باطن ناخداترس۔ مال مردم خور۔ مکّار۔ عیّار۔ پھر ان دونوں کے درمیان مراتب بے شمار اس اختلاف طبائع کے نتائج بدیہی ایک سے دوسرے پر ظلم و زیادتی کا ہونا۔ ایذا دینا اپنے فائدے کو دوسرے کا نقصان کرنا یا اُس کے نقصان کی پرواہ نہ کرنا۔ بلکہ قتل و غارت تک بھی نوبت کا پہنچنا غرض ہر طرح سے امن میں خلل کا ہونا انہیں مفاسد کے بند کرنے کو دنیا کے حقیقی حاکم لاشریک نے یہ انتظام کیا کہ بنی آدم ہی میں سے بعض کو حاکم بعض کو محکوم بنایا۔ کما قال عزّ من قائل[2]

[1] اللہ کی ذات پاک ہے جس نے ایسے شاہ زور حیوانوں کو ہمارے تابع کر دیا۔ ورنہ ہم تو انکے نزدیک بھی نہ جا سکتے تھے ۔ (قرآن)

[2] اگر خدا بعض لوگوں کو جو ظلم کرتے ہیں دوسرے بعض سے تباہ اور برباد نہ کرے تو ظالموں کے ظلم سے تمام زمین برباد اور خراب ہو جائے (قرآن)

لَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ چونکہ اس انتظام میں حاکم کو اپنی رعیت میں داد و انصاف۔ ظالم کی سرکوبی مظلوم کی حمایت۔ نیز واسطے قائم رکھنے امن کے کسی قانون اور دستور العمل کی حاجت تھی اس لئے اُس نے محض اپنی مہربانی سے وہ قانون بھی خود ہی اپنے مقرب بندوں کی معرفت اُن کو بتائے جنپر عمل کرنے سے جیسا کہ اُس علام الغیوب کے علم میں تھا فائدہ اور امن ہوا مگر بنی آدم کی جدت پسند طبائع نے اُس علام الغیوب کے تبلائے ہوئے قانون کو کافی نہ جان کر اُس قسم کے مگر کیفیت میں اُن سے مختلف قوانین وضع کئے۔ لیکن جس طرح قدرتی چیز سے مصنوعی چیز کا مقابلہ محال ہے اسی طرح اُن کے قوانین کی الہامی قوانین سے جو علام الغیوب کے ہاں سے بذریعہ خاص بندوں کے دُنیا میں پہنچتے رہے ہیں مساوات غیر ممکن چنانچہ اس رسالہ میں اس امر پر بحث کیجائیگی یعنے الہامی اور مصنوعی قانون میں امتیاز اور فرق دکھایا جاویگا۔

واضح رہے کہ الہامی قانون سے میری مراد اسلامی قانون ہے جو ہم مسلمانوں کے پاس بذریعہ حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہنچا ہے قرآن مجید اور حدیث شریف

واضح رہے کہ ہم اس مقابلے میں صرف قرآن مجید اور حدیث شریف کو پیش کریں گے۔ کسی سلطنت یا ریاست کے دستور العمل کی پرواہ نہیں۔ ہندی ہو یا افغانی۔ ترکی ہو یا ایرانی +

اور مصنوعی قانون سے مراد ہماری برٹش لاء یعنے انگریزی قوانین مروجہ ہندوستان ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف کونسلوں میں پاس ہو کر ہندوستان میں نافذ ہوتے ہیں +

باب اوّل فوجداری

مقدمہ قتل

دفعہ ۱۔ قتل دو قسم ہے۔ قتل عمد[1] اور قتل خطا۔ چنانچہ دونوں کی بابت اسلامی قانون میں الگ الگ حکم ہیں۔

قتل عمد کی بابت قصاص[2] یعنے خون کے بدلے خون ہے مگر نہ ایسا کہ والیان مقتول اس میں بے بس ہوں بلکہ ذی اختیار کہ اگر چاہیں تو اس کے عوض دیت (یعنے عوض مالی) لیکر چھوڑ دیں یا بالکل ہی معاف کر دیں تینوں صورتوں میں وارثان مقتول کو اختیار ہے۔ ہاں قصاص کی ترغیب فرمائی ہے اور آئندہ کو انسداد[3] ہونا اس کا فائدہ بتلایا گیا ہے۔

قتل خطا میں دیت[4] (عوض مالی یعنے خونبہا) آجکل کے حساب[5] سے تخمیناً تین ہزار روپیہ مگر نہ ایسا کہ اس سے کم نہ ہو سکے بلکہ اس سے زائد نہیں اور کم کرنیکا اختیار فریقین کو ہے خواہ والیان مقتول معاف بھی کر دیں ؛

---

[1] قتل عمد اس کو کہتے ہیں جس میں قصداً کسی ایسی چیز سے خون کیا جائے جس سے عادتاً آدمی مر جاتا ہو اور خطا میں قصد نہیں ہوتا ؛

[2] كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَ أَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ (قرآن البقرہ ع ۲۲)

[3] وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (قرآن البقرہ ع ۲۲)

[4] وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا (قرآن النساء ع ۱۳)

[5] اصل میں دیت سو اونٹ مقرر ہے جن کی قیمت مختلف ازمنہ میں آٹھ ہزار درم سے ۱۲ ہزار تک ہوتی رہتی تھی ؛

قتل عمد کی نسبت برٹش لاء (گورنمنٹ کا قانون یہ ہے :-

"جو کوئی شخص قتل عمد کا مرتکب ہو اس کو سزائے موت یا حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی جائیگی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا (مجموعہ تعزیرات ہند دفعہ ۳۰۲)

قتل خطا کی بابت یہ حکم ہے :-

"جو کوئی شخص ایسے قتل انسان مستلزم کا مرتکب ہو جو قتل عمد کی حد کو نہ پہنچتا ہو تو اس شخص کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دیجائیگی یا دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دیجائیگی جس کی میعاد دس برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا" (دفعہ ۳۰۴)

اب غور طلب بات یہ ہے کہ کسی انسان کے قتل ہونے سے سزا کیوں ملتی ہے؟ اس لئے ایک تو وارثان مقتول کا آدمی ضائع ہوتا ہے جس سے ان کا نقصان ہوا۔ دوم سرکاری امن میں جس کے قائم رکھنے کا سرکار نے حکم دیا تھا اس میں خلل آیا۔ لیکن ہم تمہید میں تبلا آئے ہیں کہ حاکموں کی اور قانون کی ضرورت محض اس لئے ہے کہ مخلوق خدا کی ایک دوسرے کی حق تلفی یا نقصان رسانی یا ایذا دہی نہ کریں۔ پس سرکاری جرم بھی اگر ہے تو محض اسی لحاظ سے ہے کہ اس نے وارثان[1] مقتول کو نقصان پہنچایا جس سے سرکار نے اس کو منع کیا تھا ورنہ اس سے زائد سرکار کا کوئی نقصان نہیں ہوا پس بلحاظ نقصان وارثان مقتول اسلامی قانون گورنمنٹ کے قانون سے افضل اور انسب ہے کیونکہ اسلامی قانون میں وارث مقتول کی خاطرداری اور دلجوئی کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے چاہے اپنا دلی جوش (قتل عمد میں) قاتل کو قتل کرنے سے ٹھنڈا کرے یا کچھ عوض لے کر چھوڑ دے یا بالکل ہی معاف کر دے کون اس امر سے انکاری ہیں کہ تینوں صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں سراسر مظلوم کی حسب دلخواہ حمائت ہے اور یہ تینوں صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک کے نہ ہونیسے بھی بعض دفعہ اس کی حسب دلخواہ حمائت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شخص ضعیف العمر یا کوئی بیوہ عورت ہے اور اُسکے

[1] مقتول کا وارث نہو تو اسکی وارث سرکار ہے۔

دو بیٹے ہیں یا ایک اپنا بیٹا ہے اور ایک بھائی کا۔ اتفاقاً دونوں لڑکوں میں سخت کلامی سے قتل وقتال تک نوبت پہنچی تو گورنمنٹ کے قانون نے اس بیچارے بوڑھے عمر رسیدہ یا اُس بیوہ ستم کشیدہ کی کیا حمائیت ہوئی کہ اس کے دوسرے بیٹے یا بھتیجے کو بھی پھانسی یا حبس دوام بعبور دریائے شور کیا گیا بخلاف اسکے اسلامی قانون میں اس کی بالکل حمائیت ہے کیونکہ اُسے اختیار ہے کہ دوسرے بیٹے کو قتل عمد کی صورت میں قتل کرادے یا اپنی ضرورت کے مطابق معاف کرکے اُسی کے ساتھ بقیہ زندگی بسر کرے اور اگر قتل یا حبس دوام ہی ضرور ہوتا تو ایک بیٹا تو اس کا آپس میں لڑنے سے قتل ہوا تھا دُوسرا اس کے عوض سرکار نے قتل کرکے اس کے زخموں پر نمک چھڑکا اس کی آنکھوں کی روشنی تو گئی تھی سرکاری قانون نے گویا اُس کی لکڑی بھی جس کے سہارے اسنے چلنا تھا چھین لی بوڑھے عمر رسیدہ یا بیوہ ہی پر کیا منحصر ہے ہمیشہ ایسے واقعات ہر ایک قتل میں پیش آتے ہیں کہ وارثان مقتول قاتل کا قتل ہونا بہت ہی کم چاہتے ہیں بعض دفعہ ان کو مال کی حاجت ہوتی ہے جو معنوی طور پر مقتول کا نائب ہوسکے یا آپس کے تعلقات دوستی رشتہ وغیرہ اس امر کے مقتضی ہوتے ہیں کہ قاتل سے قومی طریق پر معمولی توبہ تائب کراکر چھوڑ دیا جائے ایسے واقعات اور ضروریات کی مثال واقعی تبلانے کی بھی حاجت نہیں ہر ایک شخص اُس کی ضرورت کو سمجھ سکتا ہے۔ پس بلحاظ وارثان مقتول و مقتضائے انصاف اسلامی قانون۔ برٹش لاء سے ہر طرح افضل اور مکمّل ہے +

بعض لوگ سادہ لوحی سے اسلامی قانون پر اعتراض یا سوال کیا کرتے ہیں کہ عوض مالی کے خیال پر امیر آدمی جس کا چاہینگے خون کرادینگے اور دیت بھر کر چھوٹ جاوینگے۔ مگر یہ سوال اُس صورت میں ہوسکتا ہے کہ دیت دے کر چھوٹ جانا قاتل کے اختیار میں ہو لیکن جس صورت میں سب اختیار وارثان

مقتول کے ہاتھ میں ہے جس طرح وہ چاہیں گے عمل کرینگے چاہے قاتل کو قتل ہی کرائیں یا دیت لیں یا بالکل معاف ہی کر دیں۔ اس اختیار کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض کیونکر ہو سکتا ہے۔ فافہم ؛

ضرر شدید

دفعہ ۲ - ضرر شدید سے مراد جسمانی تکالیف نقصان اعضاء وغیرہ ہے جسکی بابت اسلامی قانون میں مثل قتل کے حکم ہے یعنے مظلوم کو اختیار ہے خواہ ظالم سے اُس کی مثل بدلہ لے۔ دانت کے بدلے دانت توڑ دے کان کے بدلے کان کتر دے آنکھ کے عوض آنکھ پھوڑ دے اُنگلی کے بدلے اُنگلی توڑ دے غرض جس قسم کی تکلیف اس کو پہنچے ظالم کو پہنچا سکتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے عوض مالی بھی لے سکتا ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ ہر زخم نمایاں پر تخمیناً مبلغ ایک سو پچاس روپیہ اور ایک اُنگلی یا کسی اُنگلی کا ایک جوڑ کٹ جانے پر مبلغ تین سو روپیہ عوض ہو گا۔ لیکن مظلوم کو کم کرنے یا بالکل ہی معاف کرنیکا اختیار ہے ؛

گورنمنٹ کا قانون یہ ہے ؛

۱ے اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (سورۃ المائدہ ع ۷)

۲ے حدیثوں میں دیت کا اندازہ اکثر اونٹوں سے آیا ہے جان کی کامل دیت سو اونٹ ہیں ہر جوڑ کی بابت دس اونٹ زخم شدید کی بابت پانچ چونکہ ایک روایت میں بجائے سو اونٹ کے بارہ ہزار درم قریباً تین ہزار روپیہ مروجہ حال بھی آیا ہے اسی لحاظ سے ہمنے بغرض توضیح مطلب بجائے اونٹوں کے مبلغات لکھے ہیں یہ سب روایتیں ترمذی کے ابواب الدیات میں موجود ہیں ؛

جو کوئی شخص (بلا اشتعال) بالارادہ ضرر شدید پہنچائے تو اس شخص کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی۔ جس کی میعاد سات برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کا مستوجب ہو گا۔

دفعہ ۳۲۵ ٭

اس دفعہ میں بھی وہی نقص ہے جو دفعہ سابق میں ہے یعنی مظلوم کے حسب منشا اس کو اختیار نہیں دیا گیا کہ جس طرح چاہے کرے بعض خفیف صورتوں میں راضینامہ کا اختیار اگر ہے تو اوّل عدالت کی منظوری اور اجازت سے ہے دوم عوض مالی کی پھر بھی اجازت نہیں حالانکہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ عوض مالی مظلوم کو ملنا قرین انصاف ہے کیونکہ سرکار اس کی محافظ ہے اور اس دار وگیر سے جو سرکار کیطرف سے ظالم پر کی جا رہی ہے محض اُسی کی حمائیت منظور ہے ورنہ ظالم کچھ سرکار سے باغی نہیں ضرر شدید کی صورت میں تو اس اصُول کا بہت ہی لحاظ چاہیئے تھا کیونکہ اسمیں گورنمنٹ مستغیث نہیں ہوتی بلکہ مظلوم ہی استغاثہ کرتا ہے تو سرکار اسکی حمائیت کو کھڑی ہوتی ہے اور اگر مظلوم استغاثہ نہ کرے تو سرکار بھی دخل نہیں دیتی[1] پس جب اسی کی حمائیت منظور ہے تو پھر اس کے حسب منشا عوض مالی یا بالکل معافی یا اسی قسم کی ضرب شدید لگانے کی اجازت کیوں نہ ہو جس سے اس کے دل کو کامل راحت پہونچے اور ظالم کو بھی اس کی دست نگری کرنے سے قدرے عافیت معلوم ہو۔ بھلا اگر کسی محنتی آدمی کا ہاتھ یا ہاتھ پاؤں کی کوئی انگلی کسی نے کاٹ ڈالی جس سے وہ ہمیشہ کیلئے ناکارہ ہو گیا اور بجائے عزت کے گذارہ کرنے کے در در بھیک مانگنے لگا۔ نہ صرف اکیلا بلکہ جسقدر اس کے عیال میں نفوس ہونگے سب پر یہی آفت آئیگی تو ایسی صورت میں مجرم کو چند ماہ نہیں چاہے چند سال بھی قید کیا جائے۔ اس مظلوم کو کیا فائدہ ہوا جو اس کے ظلم سے تمام عمر کے لئے محتاج یا

٭ یہ قید دفعہ ۳۴ سے لیگئی ہے

[1] جن صورتوں میں حکومت مستغیث ہوتی ہے انمیں وجہ نہ سہی باقی تو ہیں منہ

ایسا ہی ہو گیا۔ علاوہ اس کے یہ بھی ٹھیک معلوم نہیں ہوتا جو گورنمنٹ کے قانون میں قید یا جرمانہ کی حد اور مقدار معین نہیں کیگئی بلکہ عدالت کے اختیار میں رکھی گئی ہے اور یہ اختیار بھی ایک حد تک مضر ہے کیونکہ حاکم کی طبیعت کی قدرتی نرمی یا سختی سے اسمیں بسا اوقات بجائے انتظام اور انتقام کے معاملہ برعکس ہونیکا اندیشہ ہے۔ ممکن ہے بعض مجرموں کو معمولی سزا سے وہ عبرت حاصل ہو سکے جو دوسروں کو سخت سے سخت سزا سے نہو مگر حاکم کی طبیعت کی ذاتی سختی اُسے سزا دینے پر مجبور کرتی ہے اور قانون بھی اُس کی ایسی طبعی سختی کے اجرا سے کسی طرح روک نہیں سکتا کیونکہ قید یا جرمانہ کی کوئی حد ایسی مقرر نہیں کہ اُس سے کمی بیشی جائز نہو سکے ایسا ہی ممکن ہے کہ کوئی شریر طبع بدذات ظلم کیش اس درجہ ظلم اور زیادتی پر ترقی کر گیا ہو کہ معمولی سزا تو کیا سخت سے سخت سزا بھی اُسکے کافی نہ ہو مگر حاکم کی طبیعت کی قدرتی نرمی اور ذاتی رحم دلی اسپر ایسی سختی کی اجازت نہیں دیتی اور وہ معمولی سی سزا حسب اجازت قانون دے کر اُسے چھوڑ دیتا ہے تو یقیناً جو عقیدہ عدالت اور انتقام سے ہونا چاہیئے تھا نہیں ہو گا بلکہ بجائے اُسکے ایسے بدذات شریر النفس اور زیادہ سرکش ہو جائیں گے جو کچھہ سرکشی اور بدذاتی اُن سے سرزد ہو گی گو اس میں حاکم مجاز کی نرمی طبیعت کو بھی دخل ہے مگر حقیقتاً قانون سرکاری اُس کا باعث ہے جس نے سزا کی حد معین نہیں کی جس سے حاکم اپنی نرمی طبیعت کو روکنے پر مجبور ہوتا۔ اسی حکمت غامضہ کی طرف اشارہ کرنے کو خدا فرماتا ہے کہ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ یعنے مجرموں کو پورا جن کا ذکر اس آیت میں ہے سزا دینے میں نرمی نہ کیا کرنا۔ غرض یہ نقصان قانون سرکاری میں ہے جو اسلامی قانون میں نہیں۔ گو اعتراض کے طور پر کوئی شخص اسلامی قانون میں بھی سقم پیدا کر سکتا ہے مگر جس اصول پر ہماری گفتگو ہے اُسے مدِ نظر رکھہ کر کوئی سوال ہو گا تو ہم بڑی خوشی سے سنیں گے اور بڑی متانت سے جواب بھی عرض کرینگے وہ اصول تمہید میں ہم بیان کر آئے

ہیں کہ محکوم کو حاکم کی ضرورت کیوں ہے؟ جس کا جواب یہ ہے کہ محض مظلوم کی حمایت اور حفاظت کے واسطے سو اس اصول کو جیسا اسلامی قانون نے بنایا ہے۔ گورنمنٹ کے قانون میں ویسا اُس کا لحاظ نہیں کیا گیا ٭

سرقہ یا چوری

دفعہ ۳۔ چوری کے متعلق اسلامی قانون کا حکم یہ ہے کہ "چور مرد ہو یا عورت٭ کم سے کم تین درہم[ل] (تقریباً ۱۲؍) کی چوری پر ان کے دائیں ہاتھ کاٹ دیئے جاویں اور مال مالک کو واپس ملے اگر کھا گیا ہو تو اُس پر ڈگری کی جائے۔

سرکاری قانون یہ ہے :۔

"جو کوئی سرقہ کا مرتکب ہو اس کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قیدکی سزا دیجائیگی جس کی میعاد تین برس تک ہوسکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دیجائینگی۔" (دفعہ ۳۷۹)

یہ دفعہ بھی خواہان ملک کی عموماً اور مذہبی میدان کے جنگ جوؤں کی خصوصاً توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہے اسلامی قانون اس بدعادت کے مٹانے میں جسقدر اثر رکھتا ہے نمایاں ہے مجرم سزایاب تو دوبارہ کاہے کو وہ کام کرنے لگا اُسکو دیکھ کر دوسروں کو بھی جو عبرت ہوگی محتاج بیان نہیں بخلاف سرکاری قانون کے جس میں چند یوم کی قید کی بھی گنجائش ہے بدمعاشوں مال مردم خوروں کیلئے بھلا کیا عبرت بخش ہوسکتی ہے جس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ بدمعاش باوجود سالہا سال قید کاٹنے کے بھی باز نہیں آتے۔ بلکہ جتنی دفعہ جیل

٭ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا (قرآن سورۃ المائدہ ع ۶)

ل۔ یہ قید حدیث صحیح سے لیگئی ہے جو ترمذی وغیرہ میں منقول ہے بعض علماء کے نزدیک دس درہم (تقریباً سے ۲؍) پر یہ سزا ہوگی۔ واللہ اعلم عنداللہ

کی سیر[1] کرتے ہیں اسی قدر موٹے تازے ہو کر نکلتے ہیں اس امر کا ثبوت خود گورنمنٹ کے کاغذات میں موجود ہے کہ ایک ہی چور کئی کئی دفعہ قید بھگتتا ہے یہانتک کہ اسی قید میں مر جاتا ہے مگر اس بدعادات سے باز نہیں آتا ہے۔

اسلامی قانون پر بے سمجھی سے بعض سادہ لوح یہ اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ "یہ سزائیں وحشیانہ ہیں جن سے آدمی ہمیشہ کے لئے نیم ضائع ہو جاتا ہے" مگر ان مہذبوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بسا اوقات انسان کے ہاتھ پاؤں اس سے بھی خفیف معاملات پر ایسی مہذب اور شایستہ گورنمنٹ کے زمانے میں بھی کاٹے جاتے ہیں ڈاکٹری شہادتیں اسبارہ میں موجود ہیں کہ ہر روز معمولی سی بیماریوں پر جنہیں مرض کے آگے بڑھجانے کا اندیشہ ہوتا ہے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے جاتے ہیں حالانکہ کوئی جرم مریض نے نہیں کیا ہوتا بلکہ صرف اس کے بقیہ جسم کی سلامتی کے لحاظ سے اس ایک جوڑ سے لاپرداہی کیجاتی ہے پس جبکہ ایسی صورت میں کہ اس کا ضرر جسمانی اسی شخص کے جسم تک محدود رہتا ہے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کو وحشیانہ نہیں کہا جاتا تو جس صورت میں شخص خاص سے بڑھ کر دوسروں پر اس کا ضرر متعدد طرح سے پہنچتا ہو کسی کو تو اس بدفعل کے کرنیکی ترغیب ملتی ہو چنانچہ ایک چور کو دیکھ کر دوسرے کا اسی کام پر راغب ہونا بدا ہتہً ہم دیکھتے ہیں اور کسی کو مالی نقصان سے ضرر پہنچنا۔ علاوہ اس کے ملک کے امن عامہ میں خلل ہونا رعایا کو اطمینان نصیب نہ ہونا مالداروں کے حق میں ان کا مال وبال جان ہو جانا غرض کئی قسم کے قبایح ہیں جو چوریوں کی کثرت سے

---

[1] سیر کا لفظ اس لئے لکھا گیا ہے کہ بدمعاش ایسی قید کو محض سیر ہی سمجھتے ہیں انکا نام اپنے محاورے میں بڑے گھر کی سیر رکھتے ہیں اس لئے پائنیر جیسے سربرآوردہ اخبار نے بھی ایکدفعہ خدا لگتی کہی تھی کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی روش بروش جرائم کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے ۱۸۶۷ء کو پنجاب میں کل جرائم کی تعداد ۹۰ ہزار تھی ۱۸۹۰ء میں ایک لاکھ ۳۰ ہزار تک اور ۱۹۰۰ء میں ایک لاکھ ۴۰ ہزار تک پہنچ گئی ہے (اخبار وطن لاہور ۱۸ جولائی ۱۹۰۲ء)

پیدا ہوتے ہیں پس ان سب امور کو ملحوظ رکھ کر اور ساتھ ہی اس کے یہ خیال دل میں مضبوطی سے جما کر کہ سزا سے ملزم کی اور ملزم کے دیکھنے والوں کی عبرت مقصود ہوتی ہے چور کے ہاتھ کاٹنے ہی مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتے ہیں جس کا اسلامی قانون میں حکم دیا گیا ہے انگریزی حکومت اسپر ایک سال عمل کر کے دیکھ لے کہ کتنی جلدی ان بدعادتوں اور فسادوں کی بیخکنی ہوتی ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ڈاکہ یا ڈکیتی

دفعہ ۴ - ڈاکہ زنوں کے متعلق اسلامی قانون یہ ہے :-

ڈاکہ زن اگر ڈرا دھمکا کر مسافروں سے صرف مال ہی چھینیں اور کسی شخص کے قتل و قتال تک[1] نوبت نہ پہنچے تو ان کے ہاتھ پاؤں برعکس کاٹ دیئے جائیں یعنے دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں اور اگر قتل و قتال تک بھی نوبت پہنچے تو قتل یا سولی دیئے جاوینگے - اگر قتل و قتال نہیں ہوا اور نہ ہی مال چھینا ہے بلکہ معمولی دھمکی دیتے اور خوف ہی جتلاتے رہے لیکن مال وصول نہیں کر سکے یا مسافروں سے ان کو مال ملا ہی نہیں تو جلاوطن کیئے جاویں خواہ حبس دوام بعبور دریائے شور ہو یا کسی دور دراز ملک میں بھیجدیئے جائیں

سرکاری قانون اس کے متعلق یہ ہے :-

(اگر محض ڈکیتی بلا قتل انسان ہو) جو کوئی شخص ڈکیتی کا مرتکب ہو اسکو

[1] اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (سورۃ المائدہ ع) تفسیر

حبس دوام بعبور دریائے شور یا قید سخت کی سزا دیجائے گی جس کی میعاد دس برس تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔ (دفعہ ۳۹۵)

(اور اگر قتل انسان وقوع میں آیا ہے تو) اگر اُن پانچ† یا زیادہ شخصوں میں سے جو شامل ہو کر ڈکیتی کا ارتکاب کریں کوئی ایک شخص اس ڈکیتی کے ارتکاب میں قتل عمد کا مرتکب ہو تو اُن (ڈاکہ زنوں) میں سے ہر ایک شخص کو سزائے موت یا حبس دوام بعبور دریائے شور یا قید سخت کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد دس برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا (دفعہ ۳۹۶) +

سرکاری قانون میں ڈکیتی کی دو ہی قسمیں قرار دیگئی ہیں یعنے ایک وہ قسم جس میں قتل انسان بھی وقوع میں آئے دوم جس میں قتل انسان وقوع میں نہ آئے مگر اسلامی قانون میں اس کی تیسری قسم بھی ہے جس میں نہ تو قتل انسان ہو نہ اخذ مال۔ بلکہ رہزنوں نے محض دھمکی دی ہو اور مال لینے تک نوبت نہ آئی ہو یا تو بوجہ اس کے کہ مسافروں کے پاس مال ہی نہیں یا بوجہ کسی اور مانع کے چنانچہ پہلے بیان ہوا۔

البتہ سرکاری قانون کی رو سے تیسری قسم ڈکیتی میں دوسری قسم کی نصف سزا اقدام جرم پر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ دفعہ ۵۱۱ کا مضمون ہے۔

"جو کوئی شخص کسی ایسے جرم کے ارتکاب کا اقدام کرے جس کی پاداش اس مجموعہ کی رو سے سزائے حبس بعبور دریائے شور یا قید مقرر ہے یا جو ایسے جرم کے ارتکاب کے باعث ہونیکا اقدام کرے اور ایسے اقدام میں کوئی ایسا فعل کرے جو جرم مذکور کے ارتکاب کی طرف منجر ہو تو اس صورت میں کہ اس مجموعہ میں ایسے اقدام کی کوئی خاص متعین سزا نہ پائی جائے اس شخص کو

† گورنمنٹ کے قانون کے مطابق ڈاکہ زنی کی تعریف میں داخل ہے کہ پانچ آدمی یا زائد مل کر حملہ کریں اس لئے پانچ کا لفظ سزا میں بھی داخل ہے۔

حبس بعبور دریائے شور کی سزا یا کسی قسم کی قید کی سزا دیجائیگی جو جرم مذکور کیلئے معین ہو اور اس حبس بعبور دریائے شور یا قید کی میعاد اس میعاد کے نصف تک ہوسکتی ہے جو جرم مذکور کیلئے بڑی سے بڑی معین ہے۔ یا اس جرمانے کی سزا جو جرم مذکور کی پاداش میں معین ہے یا دونوں سزائیں دیجائینگی"

(دفعہ ۵۱۱)

تیسری قسم کے ڈاکہ پر دوسری قسم کی سزا کا دینا بظاہر خلاف انصاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس امر کو اسلامی قانون میں ملحوظ رکھا گیا ہے علاوہ اس کے چند سال کی قید سے ایسے عیاروں بدمعاشوں پر جو اثر ہونے کی توقع ہے معلوم۔ خاص کر اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ اس میں بھی پھر حد معین نہیں بلکہ حاکم کی طبیعت اور رائے پر موقوف ہے جس کی بابت ہم پہلے ضرب شدید کی دفعہ میں لکھ آئے ہیں کہ اس بے قیدی او۔ عدم تحدید کا اثر برا ہونیکا احتمال ہے ہاں اسلامی قانون پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ قتل انسان کی صورت میں والیان مقتول کو جو اختیار صلح یا عفو کا دیا گیا تھا۔ ڈکیتی کی صورت میں کیوں اختیار نہیں دیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس قتل میں اختیار دیا گیا ہے وہ اور قسم سے ہے اور ڈکیتی میں قتل اور قسم کے ہے ان دونوں میں قاتلوں کی نیت مختلف ہوتی ہے قسم اول میں تو خاص اُس مقتول سے رنج ہوتا ہے جس رنج کیوجہ سے قاتل اس کی زندگی نہیں چاہتا اور صورت ثانیہ میں خاص مقتول سے رنج نہیں ہوتا۔ بلکہ قاتلوں کی غرض ناجائز طریق سے اخذ مال کی ہوتی ہے جبکی روم تھام اور بچاؤ کرنے میں مقتول کے قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے مختصر یہ کہ قسم ثانی میں چونکہ قاتلوں کی غرض محض فساد سے ہے زید اُن کے سامنے آئے یا عمر دہر ایک سے وہ ایک سا ہی معاملہ کرینگے بخلاف پہلی قسم کے کہ اس میں قاتل کا ظلم صرف ایک ہی شخص تک محدود ہوتا ہے اس لیئے اُس میں والیان مقتول کو اختیار دیا گیا ہے اور قسم ثانی میں سرکار مستغیث ہے کیونکہ یہ فساد

عام رعایا تک پہنچتا ہے جس کا انتظام کرنا سرکار کا ذمہ ہے۔

زنا

دفعہ ۵۔ زنا دو قسم ہے بجبر اور برضا۔ اسلامی قانون میں دونوں قسموں کی سزا ایک سی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ زنا برضا کی صورت میں زانی اور مزنیہ دونوں کو برابر سزا ملتی ہے اور جبر کی صورت میں مجبور ربری ہو جاتا ہے فقط جابر کو سزا ہوتی ہے زانی اگر کنوارا ہے تو سو[1] درّے (ضرب شدید) لگائے جائینگے اور اگر بیاہا ہوا ہے تو سنگسار[2] (پتھراؤ) کیا جاویگا مگر زنا کے ثبوت کے لیئے چار گواہوں کی ضرورت ہوگی اس سے کم گواہوں سے جرم ثابت نہ ہوگا۔

گورنمنٹ کے قانون میں زنا بجبر کی سزا تو ہے مگر زنا برضا کی سزا نہیں زنا بالجبر کی سزا یہ ہے:۔

"جو کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہو اس کو حبس دوام بعبور دریائے شور یا دونوں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائیگی جس کی میعاد دس[1] برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا"۔ (دفعہ ۳۷۶)

سرکاری قانون نے زنا بالرضا کو جرم[3] ہی قرار نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں انگریزی علاقہ ہے عام طور پر فاحشہ عورتوں نے زناکاری کو اپنا پیشہ ہی قرار دے رکھا ہے بلکہ اگر کوئی فاحشہ عورت بدکاری زنا ناچ وغیرہ کی آمدنی سے

---

[1] اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (سورۃ نور ع۱)

[2] الا ان الرجم حق علی من زنی اذا احصن وقامت البینۃ او کان حمل او الاعتراف (ترمذی)

[3] کسی کی منکوحہ عورت سے زنا کرنے پر جو بعض اوقات سزا ملتی ہے تو اس لئے ہے کہ اسمیں ناکح کی حق تلفی ہے محض زنا موجب سزا نہیں اگر وہی ناکح راضی ہو تو پھر کوئی سزا نہیں۔ فافہم ۱۲۔

آسودہ حال ہو تو انکم ٹیکس بھی اس سے وصول کرکے داخل خزانہ شاہی کیا جاتا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ دیگر حلال طیب پیشوں کی طرح زنا کاری بھی پیٹ پالنے کا ایک جائز ذریعہ ہے حالانکہ کل دنیا کی آبادی اور اہل مذاہب اس بدرسم اور فعل قبیح کو مذموم قرار دیتے ہیں اور اس کے بُرے نتائج سے مخلوق کو متنبہ کرتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی ہدائت مندرجہ اناجیل مروجہ تو سب سے زیادہ اس کی بیخکن ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تو زنا نہ کر۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔ سو اگر تیری دہنی آنکھ تیرے ٹھوکر کھانے کا باعث ہو تو اُسے نکال اور اپنے پاس سے پھینکدے کیونکہ تیرے انگوں میں سے ایک کا نہ رہنا تیرے لئے اُس سے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالا جائے یا اگر تیرا داہنا ہاتھ تیرے لئے ٹھوکر کھانے کا باعث ہو اس کو کاٹ ڈال اور اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے انگوں میں سے ایک کا نہ رہنا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالا جائے" (انجیل متی دو باب کی ۷۔۲ آئت)

حضرت موصوف نے حکم تو بڑے تاکیدی دیئے مگر دنیاوی سزا جو عموماً مقدم سمجھی جاتی ہے جس سے ہر ایک نیک و بد ترساں رہتا ہے اس فعل قبیحہ پر کوئی تجویز نہ کی بلکہ ایسی سزاؤں کے لئے ایک عادل سردار کی جو اُن سے پیچھے آنیوالا تھا جسنے فاران (مکہ کے میدان) کی چوٹیوں سے چمکتی ہوئی شریعت لیکر آنا تھا* انتظار کرنے کا ارشاد فرمایا۔ خیر اس کا تو یہاں ذکر تبعاً ہے اصل یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اس مسئلہ میں تمام مذاہب کا خلاف کیا ہے گو وہ بحیثیت حکومت کسی مذہب کی

† دیکھو یوحنا ۱۶ باب کی ۱۱۔

* دیکھو حبقوق ۳ باب کی ۳۔

مدعی نہیں مگر اس عدم ادعا کے یہ معنے نہیں کہ خدا کے سب نبیوں اور پاک نوشتوں کی ہدائیت کے خلاف اُس نے وعدہ کیا ہوا ہے بلکہ اُس کے تو یہ معنے ہیں کہ عدالت اور انصاف رعایا میں سب مذاہب کی قوموں کو ایک نظر سے دیکھا جاویگا حالانکہ گورنمنٹ کے قانون کے مطابق لواطت (لونڈے بازی) اور حیوانوں سے وطی کرنیپر حبس دوام بعبور دریائے شور یا دس برس کی سزا ہے جو دفعہ ۳۷۷ کا مضمون ہے لیکن سوال یہ ہے کہ لواطت پر اتنی سزا کیا اس لئے ہے کہ یہ فعل نیچر کے خلاف ہے؟ یا اس لئے ہے کہ نطفہ ضائع ہوتا ہے نیچر کے خلاف تو اور بھی بہت سے کام ہیں حالانکہ انپر یہ سزا تجویز نہیں بلکہ کچھ بھی نہیں چنانچہ ہمنے بارہا ایسے آدمیوں کو دیکھا ہے جو اپنے جوڑ خشک کر لیتے ہیں مگر ان کو کوئی سزا نہیں ہوتی۔ کیا جوڑ خشک کر لینے نیچر کے خلاف نہیں؟ لامحالہ لواطت پر جو سزا تجویز ہے وہ نطفہ کے ضائع کرنے اور بے محل ڈالنے کی وجہ سے ہے پس زنا میں بھی یہی وجہ موجود ہے گو مزنیہ نطفہ کا محل ہے مگر عموماً زنا پیشہ عورتوں نے دواؤں کے ذریعہ اپنی قابلیّت کو کھو دیا ہوتا ہے اور جو زنا پیشہ نہیں ان کو اگر ناجائز حمل ٹھہر جاتا ہے تو فوراً اسقاط کرا دیتی ہیں کیونکہ گورنمنٹ کے قانون کی رو سے گو وہ مجرم نہیں لیکن قومی اور ملکی قانون اور وضعداری کی حیثیت سے سخت مجرم ہوتی ہیں اگر اس لحاظ سے اس مسئلہ پر غور کریں تو اور بھی تعجب ہوتا ہے کہ گورنمنٹ نے گورہ فوج کی مذہبی حفاظت کے لئے لاکھہا کے خرچ سے پادری تو مقرر کیئے ہیں مگر اُسی گورا فوج کے نفسانی خواہش کے پورا کرنے کو چھاؤنیوں میں فاحشہ عورتوں کا داخلہ بھی ضروری کہا ہے بلکہ اس طرفہ بر طرہ یہ ہے کہ ان رنڈیوں کی دکھائی بھی ہوتی ہے کہ کہیں وہ آتشک زدہ نہوں ادہر تو مذہبی ہدائیت اور حفاظت کیلئے لاکھہا روپیہ کا خرچ اور ادہر مذہبی تعلیم کی تعمیل کا یہ حال خیر ہمیں اس سے بحث نہیں ؎

رموز مملکت خویش خسرواں دانند　　گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

اس موقعہ پر ہم اہل مذاہب کی توجہ اپنی طرف پھیرنی چاہتے ہیں کہ اسلام نے اس فعل بد اور قبیح رسم (زنا) کی کہانتک بیخکنی کرنے کی ہدائیت فرمائی ہے کیسی عبرت بخش سزا دی ہے۔ایسی کہ زانی ایک صورت میں تو زندہ ہی نہیں رہتے بلکہ مر ہی جاتے ہیں مرتے بھی ہیں تو کیسی سختی سے کہ خدا کی پناہ۔ تصور کرنیسے شہوت پرستوں کا جوش تھم جائے ایک صورت میں (جسمیں سو بیت مارنیکا حکم ہے) اگر زندہ رہ سکتے ہیں تو نیم مردہ سے کئی دنوں بلکہ مہینوں کے علاج سے ہوش سنبھال سکیں گورنمنٹ کی بھی خاص توجہ مطلوب ہے کیونکہ اگر مذہبی ہدایات سے قطع نظر بھی کیجائے تاہم اس میں تو شک نہیں کہ یہ بدطریق (زنا) اخلاق انسانی کے بھی خلاف ہے پھر ایسی حکومت سے جو فحش تصاویر کا چھاپنا اور متفحش مضامین کا شایع کرنا جرم قرار دے ایسے فحش کی اجازت ہونی بعید از قیاس و گمان ہے مذہبی اور اخلاقی ہدائیت سے قطع نظر ملکی فوائد بھی اس سے مانع ہیں کیا حکومت پر یہ امر مخفی ہے کہ ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی ایسے ہیں جو آتشک زدہ ہونے کے باعث منقطوع النسل ہو جاتے ہیں جس سے ملک کی مردم شماری میں از حد کمی ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے کئی ایک خون خرابے اسی فحش اور بدفعلی (زنا) کی وجہ سے ظہور میں آتے ہیں چنانچہ پولیس کی رپورٹوں سے یہ امر آئینہ نما ہے پھر ایسے قبیح جرم پر گورنمنٹ کی طرف سے کسی سزا کا تجویز نہونا محل تعجب نہیں تو کیا ہے

زنا بالجبر میں اگر سزا ہے تو محض جبر کی ہے جسکا ثبوت بھی مشکل ہے زنا کی سزا نہیں*

لواطت یا لونڈے بازی

دفعہ ۶۔ اس فعل بد کی نسبت قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ:۔

تم فاعل اور مفعول (بشرطیکہ مفعول راضی ہو) دونوں کو سخت ایذا و تکلیف پہنچاؤ جبتک

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(سورۃ النساء ع ۳)

توبہ اور صلاحیت اختیار نہ کریں اور صلاحیت کے آثار عام طور پر نمایاں ہوں اور آزمائے جاویں ۔"

سرکاری قانون میں بھی یہ بدفعلی جرم ہے چنانچہ حکم ہے۔

"جو کوئی شخص کسی مرد یا عورت یا حیوان سے بالارادہ وطی خلاف وضع فطری کرے اس شخص کو حبس دوام بعبور دریائے شور یا دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی سزا دیجائیگی جس کی میعاد دس برس تک ہوسکتی ہے۔" اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔ (دفعہ ۳۷۷)

اسلامی قانون میں نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں سزا کی انتہا فاعلین کی صلاحیت قرار پائی ہے جو ایسی بدفعلی کے لئے نہایت موزوں ہے اور سرکاری قانون میں صرف قید ہے جسکی پوری تعیین بھی نہیں بلکہ حاکم مجاز کی رائے پر منحصر ہے گو انتہائی حد مقرر ہے مگر انتہائی حد تک کبھی کسی حاکم نے کسی جرم میں بھی جہانتک واقعات سے ہمیں معلوم ہے سزا نہیں دی اس عدم تحدید کی خرابیاں ہم دفعہ ۲ میں بیان کر آئے ہیں +

علاوہ اس کے اسلامی قانون نے انتہائی سزا جو قرار دی ہے ایسی بدفعلی پر وہی مناسب تھی سرکاری قانون میں تعیین کیا ظن غالب بھی نہیں کہ مجرم قید سے چھوٹ کر یا دریائے شور میں جاکر بھی اس بدفعلی سے باز رہیگا جو سزا کا مقتضی تھا اور اگر اتفاقاً باز آگیا تو یہ اسکی طبیعت کا تقاضا ہوگا نہ کہ سزا میں یہ خوبی رکھی ہے کہ اسکی انتہا ہی یہ قرار دی ہو کہ مجرم صالح بنے تو چھوڑ دو +

قذف یعنے تہمت زنا

دفعہ ۷۔ جو شخص کسی کو زنا کی تہمت لگائے اور اس کا ثبوت باقاعدہ

نہ رکھتا ہو تو اسلامی قانون کے مطابق اس کو اسی درّے بہت شدید لگائے جائینگے اور آئندہ کو اس کی شہادت کسی امر میں قبول نہو گی۔"

گورنمنٹ کے قانون میں اس جرم کی کوئی خاص سزا نہیں البتہ ازالہ حیثیت عرفی کی دفعہ ہے جو عام مفہوم پر مشتمل ہے جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"جو کوئی شخص کسی شخص کی حیثیت عرفی کا ازالہ کرے اس شخص کو قید محض کی سزا دی جائیگی جس کی میعاد دو برس تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ کی سزا یا دونوں سزائیں۔" (دفعہ ۵۰۰)

لیکن سوال یہ ہے کہ جب زنا کاری کوئی جرم یا عیب ہی نہیں تو اس کا الزام یا کسی نیکبخت کی طرف اس کو نسبت کرنے سے ازالہ حیثیت عرفی ہی کیوں ہو گا اور اگر یہ کہا جائے کہ ازالہ حیثیت عرفی کا مدار عرف پر ہے یعنے جس کام کی نسبت ہونے سے کسی شخص کی عزّت میں خلل آتا ہو یا اس کی نیکنامی میں خلل آنے کا موجب ہو گو وہ امر قانوناً جائز ہی کیوں نہو تو ان معنے سے بے شک کسی شریف آدمی کو خصوصاً مذہبی پیشواؤں کو زنا سے متہم کرنا ازالہ حیثیت عرفی میں شامل ہے مگر اس میں نیت کی ایک قید ایسی لگائی گئی ہے جس کا ثبوت سخت مشکل ہے کیونکہ ازالہ حیثیت عرفی کی تعریف یہ ہے۔

"جو کوئی شخص ایسی باتوں کے ذریعہ سے جو تلفظ کی جائیں یا جن کا پڑھا جانا مقصود ہو یا اشاروں کے ذریعہ سے یا نقوش مرئیہ کے ذریعہ سے کسی شخص کی نسبت کوئی اتہام لگایا جائے یا مشتہر کرے یہ نیّت کر کے کہ اس شخص کی نیکنامی کو نقصان پہونچائے یا یہ جانکر یا یہ باور کرنے کی وجہ رکھہ کر کہ وہ اتہام اس شخص کی نیکنامی کو نقصان پہونچائے گا تو سوائے اُن حالتوں کے جنکے مستثنےٰ کیگئی (یعنے جنمیں اس نیّت کا ثبوت نہیں) کہا جائیگا کہ اُسنے اس شخص کا

ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا (سورۃ نور ع ۱)

ازالہ حیثیت عرفی کیا" (دفعہ ۴۹۹)

بخلاف اس کے اسلامی قانون نے نیت کی قید اس میں نہیں لگائی کیونکہ شخص متہم کی عزت تو ہر حال میں برباد ہو گئی ملزم نے نیت سے کہا ہو یا بے نیت اگر وہ بدنامی کی نیت کر کے کہیگا تو بھی لوگ سنیں گے اور اگر بلا نیت کہیگا تو بھی سنینگے بہرحال اسکی بدنامی کی شہرت تو ہو گی جس سے اس کی نیکنامی میں فرق ضرور آئیگا لوگوں کو اس سے کیا مطلب کہ اس نے کس نیت سے کہا یا کس نیت سے نہیں کہا وہ تو سنے ہوئے الفاظ نقل کرینگے اور ثبوت کیلئے اس شخص کہنے والے کا نام لے دینگے۔ پس اگر شخص متہم کی بدنامی پر سزا مرتب ہے تو نیت کی شرط اس کے خلاف ہے علاوہ اسکے اتہام لگانیوالے ایسے راستباز کہاں کہ وہ اقرار بھی کریں کہ ہماری نیت بیشک بدنام کرنے کی تھی بلکہ وہ سو طرح سے حیلے بہانے نکالینگے اور اس قانون کی آڑ میں ہو کر جس کو چاہینگے متہم کر کے بدنام کرینگے اور ایسے لفظوں میں اس امر کا اظہار کرینگے کہ سننے والے کو بدنیتی کا گمان بھی نہ ہو مثلاً زید کی نسبت عمر و کے پاس ذکر کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آجتک تو میرا اُس سے حسن ظن ہے گو مینے ایک دفعہ اُسے ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا تھا یا لوگوں سے سنا تھا تمنے اس امر کا کہیں ذکر نہ کرنا پردہ پوشی سے خدا راضی ہوتا ہے اسیطرح متعدد آدمیوں کے سامنے کہدیا تو پھر بحکم السر[1] اخاوز الاثنین فقد شاع تمام لوگوں میں مشہور ہو جائیگا اور یہ میاں صاحب اپنے بچاؤ کی کافی وجہ رکھتے ہیں کہ مینے بدنیتی سے نہیں کہا تھا اسی لئے میں نے اسکو آگے روائیت کرنے سے روک دیا تھا۔

علاوہ اسکے سزا بھی ایسی خفیف ہے کہ بدمعاشوں کو عبرت بخش نہیں ہو سکتی کیونکہ ایک تو قید محض یعنے بلا مشقت ہے دوم گو دو سال انتہائی لکھی ہے مگر آخر عدالت کی رائے پر موقوف ہے ہمنے بڑے بڑے معزز آدمیوں کے ازالہ حیثیت کے مقدمات دیکھے جنمیں دو یا تین مہینوں کی محض قید سے بڑھ کر سزا نہیں ہوئی حاکم کی نرمی طبیعت ہنوز باقی ہے جسکا اثر اور نتیجہ ہم دفعہ ۲ میں ذکر کر آئے ہیں ۔

[1] بھید جب دو سے گذر جاوے تو پھر شائع ہوتا ہے ۔

شراب خوری

دفعہ ۸۴ - شراب خوری کے متعلق اسلامی قانون میں ایک دفعہ پینے پر اسی[1] درّے (بیت شدید) لگانے کا حکم ہے مگر سرکاری قانون میں شراب خوری کو جرم ہی قرار نہیں دیا گیا جس کا اظہار چنداں ضروری نہیں عام طور پر بازاروں میں سرکار کی حفاظت میں بکنا اور سرکاری حمائیت میں آبکاری کے کارخانوں کا جاری ہونا بلکہ کروڑہا روپیہ اُس کے محصول کا خزانہ شاہی میں داخل ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب ثبوت بدیہی اس امر کے ہیں کہ گورنمنٹ نے شراب خوری کو جرم قرار ہی نہیں دیا - حالانکہ کل اہل مذاہب بلکہ ریفارمران قوم بلکہ ڈاکٹر اور حکیم اسکی برائی اور مضرت پر بالاتفاق متنبہ کرتے ہیں مگر حکومت باوصف ایسی شائستہ اور مہذب گورنمنٹ ہونے کے ابھی تک اس کے جواز کی قائل ہے لیکن کیا عجب کہ آئندہ کو کبھی اپنے پاک دامن سے اس غبار کو دھو ڈالے جو شراب خوری کی اجازت دینے سے اسپر بدنما دھبہ لگ رہا ہے ٹمپرنس[1] سوسائیٹوں کے ممبرو اور حامیو! اسلامی قانون کو کس نگاہ سے دیکھتے ہو - اس سیاسی سزا کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہوا مذہبی طور پر اس بدفعل سے اسلام نے جس قدر دھمکایا ہے ٹمپر[2] یٹوں کی

---

[1] جلد عمر فی حد الخمر ثمانین (مشکواۃ)

[1] انگلستان میں بعض انجمنیں ہیں جنکی کوشش شراب و دیگر منشیات چیزوں کے بند کرانے پر ہے ایسی مجلسوں کو ٹمپرنس سوسائیٹی کہتے ہیں لارڈ رابٹ صاحب فاتحہ جنوبی افریقہ بھی ان مجالس میں شریک بلکہ سرگروہ تھے ہندوستان پنجاب میں بھی ہندو مسلمانوں کی مجموعی کوشش سے بعض بعض جگہ ایسی انجمنیں قائم ہیں امرتسر میں بھی ایک ہے - اللھم زد فزد -

[2] ٹمپرنس سوسائیٹوں کے ممبروں کو ٹمپریٹ کہتے ہیں عام طور پر بھی تارک نشہ کو ٹمپریٹ کہتے ہیں -

اطلاع کے لئے ہم اس کو بھی نقل کرتے ہیں۔

قرآن مجید[1] میں تو صریح ارشاد ہے کہ شراب خواری بڑا ہی نجس کام ہے بس اس کے نزدیک بھی نہ جاؤ تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

ایک[2] حدیث میں ایک شخص کے جواب میں جس نے شراب سے دوا بنانے کی درخواست کی تھی فرمایا۔ وہ دوا نہیں بلکہ خود بیماری ہے۔

ایک[3] حدیث میں ارشاد ہے جو کوئی ایک دفعہ شراب پئے چالیس روز تک اسکی نماز قبول نہیں ہوتی۔

ایک[4] شخص نے عرض کی حضرت! ہمارے ملک میں سخت سردی ہوتی ہے اور ہم کام کرتے ہوئے شراب پی لیا کرتے ہیں تاکہ قوت پا سکیں آپ نے فرمایا نشہ کی چیزیں چھوڑ دو اس نے عرض کی کہ وہاں کے لوگ تو اس کے عادی ہو رہے ہیں وہ تو اسے نہیں چھوڑنے کے۔ آپ نے فرمایا اگر نہ چھوڑیں تو بے شک اُن سے جنگ کرو (گویا شراب کا پینا بھی ایک قسم کی بغاوت ہے)

---

[1] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

[2] عن طارق بن سوید قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر نتھاہ فقال انما اصنعها للدوا فقال انه لیس بدواء لکنه داء (مشکوٰۃ)

[3] من شرب الخمر لم تقبل الله له صلوٰۃ اربعین صباحًا (مشکوٰۃ)

[4] عن دیلم الحمیری قال قلت رسول الله صلی الله علیه وسلم یا رسول الله انا بارض باردة ونعالج فیه عملاً شدیداً وانا نتخذ شرابا من هذا القمح نتقوی به علی اعمالنا وعلی برد بلادنا قال هل یسکر قلت نعم قال فاجتنبوه قلت ان الناس غیر تارکیه قال ان لم یترکوه قاتلوهم (مشکوٰۃ)

ایک[۱] حدیث میں ارشاد ہے کہ ہمیشہ شراب پینے والا جنت سے محروم کیا جاویگا۔

ایک[۲] حدیث میں فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے قسم کھائی ہے کہ جو کوئی ایک گھونٹ بھی شراب پئے گا میں ضرور اس کو دوزخیوں کے زخموں کی پیپ پلاؤنگا۔

ایک[۳] حدیث میں فرمایا ہے ہمیشہ شراب پینے والا خدا کے نزدیک بُت پرست کے برابر ہے۔

ایک[۴] حدیث میں ہے کہ شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے بنانے والے پر بنوانیوالے پر۔ خریدنے والے پر دلال پر حمال پینے والے پر۔ پلانیوالے پر۔ غرض جن کو اس میں کچھ بھی تعلق ہو۔

افسوس ہے کہ اس خانہ خراب کا وجود اسلامی سلطنتوں اور ریاستوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے اسلامی قانون کی خوبی بتلانے کا وعدہ کیا ہے اسلامی سلطنتوں یا ریاستوں کے انتظامات کا ذکر نہیں اگر یہ سلطنتیں اور ریاستیں اسلامی قانون کی پابند ہوتیں تو ایسی بدنظمی اور تنزل میں جیسی کہ آجکل نظر آرہی ہیں کیوں ہوتیں الی اللّٰہ المشتکی ہر چہ بر ماست از ماست

ہم نے نہایت اختصار سے ضروری ضروری مسائل اور دفعات پر بحث کی ہے تاکہ باقی امور میں یہ نمونہ ہو سکے ورنہ مقدمات فوجداری تو اس کثرت سے

---

[۱] قال لا یدخل الجنۃ عاق ولا قمار ولا منان ولا مدمن خمر (مشکوٰۃ)

[۲] حلف ربی عز وجل لا یشرب عبد من عبیدی جرعۃ من خمر الا سقیتہ من الصدید مثلہا (مشکوٰۃ)

[۳] مدمن الخمر ان مات لقی اللّٰہ تعالیٰ کعابد وثن (مشکوٰۃ)

[۴] لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرہا ومعتصرہا وشاربہا وحاملہا والمحمولۃ الیہا وساقیہا وبائعہا واکل ثمنہا والمشتری لہا والمشتراۃ لہ (ترمذی)

ہیں کہ دفتروں کے دفتر بھرے پڑے ہیں البتہ یہ مقدمات جن میں ہم نے
مقابلہ دکھایا ہے ایسے ہیں کہ روزمرہ ان کا وقوع ہوتا ہے اور حکومت کو بھی
زیادہ تر انہیں کے انسداد کی فکر ہوتی ہے۔

صیغہ دیوانی

سرکاری قانون میں ضابطہ دیوانی کو یوں تو بہت ہی کچھ بڑھایا گیا ہے
مگر وہ ساری تفصیل اور تطویل محض مبادی کی ہے اور بس۔ مثلاً عرضی لکھنے کے
طریقے سمنوں کے اجرا کرنے کا ذکر۔ سمنوں پر دستخط کرانے کا مذکور وغیرہ ہیچ قسم
مگر ہماری غرض چونکہ طریق حکومت اور طرز فیصلہ سے ہے اس لئے ان سب مبادی
کو ہم نظر انداز کر کے اصل مطلب سے گفتگو کرینگے ۔ صیغہ دیوانی کا لب لباب
دو حرفوں میں ہوسکتا ہے یعنے جو کوئی کسی پر دعوے کرے اس کے دعوے
کی جانچ اور صحت کے بعد اس سے ثبوت لینا ثبوت تحریری ہو یا زبانی شہادت
سے بعد شہادت گذر جانے کے اگر شہادت قابل اعتبار ہو تو فیصلہ بحق
مدعی کرنا۔ اگر کافی ثبوت نہ ہو تو دعوے خارج لیکن اسلامی قانون میں
یہی ایک صورت فیصلہ کی نہیں بلکہ اس کے علاوہ ایک دو صورتیں* اور بھی ہیں
گواہوں کو بھی اسلامی قانون کے گورنمنٹ کے قانون کی طرح مطلق نہیں چھوڑ دیا
بلکہ ان میں بھی ترمیم اور تقلید کی ہے سرکاری قانون کے مطابق ہر ایک
آدمی جو عدالت کا سوال سمجھ سکے گواہ بن سکتا ہے۔ عام اس سے کہ نیک
ہو یا بد بھلا مانس ہو یا بدمعاش بالغ ہو یا نابالغ اسلامی قانون میں گواہی

* ایک دو۔ اس لئے کہا ہے کہ ان میں سے ایک صورت میں تو سب ائمہ اور علماء کا
اتفاق ہے مگر دوسری میں اختلاف ہے لیکن راقم کے نزدیک وہ بھی صحیح ہے۔

کے لئے بھلامانس آدمی ہونا ضروری ہے جس کی دروغگوئی کبھی ثابت نہ ہوئی ہو بلکہ علاوہ راستبازی کے اپنے مذہب پر پورا کاربند ہو۔

نیز اگر کسی معاملہ میں دو مرد گواہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہونی چاہئیں بھلے مانسی کی قید کی حاجت توعیاں ہے کیونکہ جب گواہوں کے بیان پر ہی مدار ہے تو ان کی صفائی حال اور صدق مقال کو جس قدر اس میں دخل ہونا چاہیئے حاجت بیان نہیں۔ **اسلامی قانون** میں ایک صورت فیصلہ کی تو یہی ہے کہ دعوے کا کافی ثبوت مدعی کی جانب سے ہو تو ڈگری ہو جائیگی۔ دوسرا طریقہ فیصلہ حلف[2] ہے یعنے اگر مدعی کے پاس کافی ثبوت اپنے دعوے کا نہو تو مدعا علیہ کو حلف دیجاتی ہے کہ میں نے اس کا نہیں دینا یا مدعی کا دعوے غلط اور جھوٹ ہے پھر اگر وہ حلف اُٹھالے تو دعوے خارج اور اگر حلف اُٹھانے سے انکار کرے تو ڈگری ہوجائیگی۔ مگر حلف ہر قوم کو اُن کے اعتقاد کے مطابق دیجائیگی لیکن ان الفاظ شرکیہ اور کفریہ سے نہیں جنپر وہ راسخ القدم ہوں عیسائی کو ان لفظوں میں قسم دی جائیگی کہ "مجھے خداوند عالم کی قسم ہے" مگر ان لفظوں میں نہ دی جائیگی کہ "مجھے خداوند مسیح کی قسم ہے" اسیطرح ہندوئں وغیرہ کو غرض بعد عدم ثبوت مدعی کے حلف مدعا علیہ بھی ایک درجہ باقی ہے اور اگر بغور دیکھا جائے تو یہی قرین انصاف ہے اس لئے کہ بسا اوقات ایک شریف آدمی کسی پر اعتبار اور بھروسہ کرکے خفیہ معاملہ کر لیتا ہے جس کا ثبوت کچھ بھی نہیں ہوتا اور مدعا علیہ منکر ہو جاتا ہے یا اگر مدعا علیہ منکر نہ ہو لیکن اسکے ورثا جو اس کی جائداد کے مالک ہوئے ہیں باوجود اطلاع کے منکر ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں اگر فیصلہ کی یہ صورت نہ ہو جو اسلامی قانون میں تجویز ہے بلکہ بار ثبوت محض مدعی ہی کے ذمے رکھا جائے تو اس بیچارے مظلوم

---

[1] ممن ترضون من الشہداء (سورۃ البقر)

[2] البینۃ للمدعی والیمین علی من انکر (حدیث)

کا ناحق نقصان ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ حلف میں کوئی حرج بھی نہیں اس لئے
کہ اگر مدعا علیہ نے واقعی دینا نہیں تو اُسکو حلف اُٹھانے میں کوئی قباحت نہیں
اور اگر وہ دانستہ قسم کہا گیا جس سے مدعی کا دعوےٰ خارج ہو۔ تو بھی نقصان
نہیں۔ کیونکہ سرکاری قانون کے مطابق بھی تو عدم ثبوت کی صورت میں خارج
ہونا ہی تھا۔ پھر اب بعد حلف ہوا تو کیا کچھ زیادہ نقصان تو لازم نہ آیا۔ ہاں اگر
یہ سوال ہو کہ حلف کا فایدہ کیا ہوا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ حلف میں فایدہ کا احتمال
بیشک ہے۔ کیونکہ حلف میں دو ہی صورتیں ہیں یا تو حلف اُٹھا لیگا یا انکار کریگا
حلف اُٹھا لی۔ تو مدعی کا حال سرکاری قانون کے برابر رہا۔ اور اگر حلف سے انکاری
ہا۔ تو ایک صورت مدعی کے فایدہ کی ہو سکتی ہے۔ ہاں مگر یہ کہا جائے۔ کہ اگر
مدعا علیہ حلف کا اُٹھانا اپنی شان کے خلاف سمجھے۔ یا جیسا کہ بعض لوگوں کی طبیعت
میں داخل ہے کہ قسم کبھی نہیں کہاتے چاہے کتنا ہی نقصان ہو جائے۔ تو ایسی
صورتوں میں عدالت انکو سمجھا دے گی۔ اور اُنکی جہالت اور بے سمجھی یہ دلیل
دیکر دفع کر دے گی۔ کہ قسم کہانے میں کسر شان نہیں۔ نہ ہی کوئی ہتک ہے
بلکہ ایک طرح سے عزت ہے۔ کہ عدالت کے نزدیک تم ایسے معتبر ہو کہ تمہارا
ہی مقدمہ تمہاری ہی قسم پر فیصل ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے قسم تو ایک واقعی امر کا
مؤکد اظہار ہے۔ پس اس سے انکار کرنا خصوصاً عدالت کے سامنے گویا مجرم
بننا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص یہ عذر کرے کہ میرے مذہب میں قسم سچی ہو۔ یا
جھوٹی ہر طرح سے منع ہے۔ جیسا بعض عیسائیوں کا خیال ہے۔ انجیل[1] میں قسم
کہانے سے منع کیا ہے۔ گو اُس کے معنے صاف یہ ہیں۔ کہ خود بخود موقعہ
بے موقعہ اپنے منافع کے لئے قسمیں مت کہایا کرو۔ نہ کہ مدعی کے دعوےٰ
کی جانچ کے واسطے بھی منع ہے۔ لیکن وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں اپنے مذہب
کے خلاف نہیں کر سکتا۔ تو اس صورت میں اُس سے صرف اتنا ہی کہلایا

[1] انجیل متی ۵ باب کی ۳۳

جائے گا۔ خدا کو معلوم ہے کہ پھر اس کا دعوےٰ جھوٹا ہے" اتنا کہنے سے کسی مذہب میں منع نہیں کیونکہ جتنے سچے واقعات دُنیا میں ہیں اُن سب کا علم خدا کو ہے۔ پھر اس کہنے میں کیا ہرج ہے

تیسری صورت فیصلہ کی یہ ہے جو درصل نمبر دوم ہے کہ اگر مدعی کے پاس بجائے دو معتبر گواہوں کے ایک گواہ ہو اور ایک گواہ کے عوض مدعی حلف اُٹھائے تو اس کے حق میں فیصلہ ہو سکتا ہے اور مدعا علیہ پر ڈگری ہو سکتی ہے یہ صورت بھی سرکاری قانون میں نہیں پائی جاتی حالانکہ قرین انصاف ہے کیونکہ بسا اوقات دو معتبر گواہوں میں سے ایک مرجاتا ہے یا کہیں چلا جاتا ہے جہاں سے حاضر ہونا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اگر حاضر ہو بھی تو رقم دعوےٰ سے زائد اس کا خرچ آمد و رفت پڑ جاتا ہے تو ایسی صورت میں ایک معتبر گواہ اور مدعی کے حلف پر فیصلہ ہونا قرین انصاف ہے ورنہ مدعی کا بلا وجہ حرج ہوگا اور مدعا علیہ صرف انکار سے فائدہ اٹھائے گا۔ حالانکہ نصف شہادت موجود ہے۔

صیغۂ مال

صیغۂ مال کے متعلق گورنمنٹ کی کوشش اور حسن تدبیر بے شک بہت بڑے شکریہ کی مستحق ہے۔ گورنمنٹ نے اس امر میں جس قدر مساعی خرچ کی ہیں اور دل سے اس طرف متوجہ ہوئی ہے کسی اور صیغہ کی طرف اسکے برابر نہ ہوگی حق یہ ہے کہ صیغۂ مالگذاری اسی قابل ہے کہ سلطنت کی طرف سے اس پر پوری توجہ ہو۔ کیونکہ سلطنت کا مدار کار اسی صیغہ پر موقوف ہے اسی صیغہ

پر موقوف ہے اسی صیغہ کی فارغ البالی اور مرفہ الحالی سے حکومت کی مرفہ الحالی ہے اور اسی صیغہ کی تنگدستی اور ناداری سلطنت کی قرضداری گویا یہ صیغہ ہی گورنمنٹ ہے مگر ہم بڑی خوشی اور مسّرت سے اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ باوصف توجہ تام اور باوجود مساعی جمیلہ کے **سرکاری** قانون **اسلامی** قانون سے عمدہ تو کجا برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ کیا بلحاظ آسائش رعایا اور کیا بلحاظ کم خرچی سرکار مگر **گورنمنٹ** کی توجہ اور مساعی کا جہاں پر ذکر نہ کرنا ضروری ہے اس لئے پہلے مقابلہ دکھانے کے ہم سرکاری کاغذات کی ناظرین کو کسی قدر نقل سُناتے ہیں جن سے ان کو سرکار کے اس صیغہ کی نسبت توجہ تام ہونے کا علم حاصل ہو جائیگا نیز بوقت مقابلہ ان کو ہمارے دعوے کی تصدیق ہو گی کہ **اسلامی** قانون کیا بلحاظ فلاح رعایا اور کیا بلحاظ آسائش سرکار دونوں جہتوں سے افضل اور قابل عملدرآمد ہے۔

بندوبست کی مشکلات ہی کچھ کم نہیں کیا بلحاظ تکالیف رعایا کے اور کیا بلحاظ اخراجات سرکاری کے۔ اخراجات کی یہ کیفیت ہے کہ اگر اچھی طرح اطمینان خاطر سے بندوبست کیا جائے تو ایک ضلع پر قریباً چار لاکھ روپیہ خرچ ہوتا ہے[۱]۔ جس کا نتیجہ صرف اسیقدر ہے کہ تشخیص جمع اور تصفیہ حقوق مالکان و مزارعان وغیرہ یعنے بندوبست میں سرکار کو یہ منظور ہوتا ہے کہ ہر ایک چک بلکہ گاؤں کی مالگذاری جو سرکار کی طرف سے اُن کے ذمہ ہے اس کو متعین اور مشخص ہو کر کم از کم بیس[۲] سال تک اُسی پر عملدرآمد ہے نیز مالکان زمین و مزارعان کے حقوق کا فیصلہ۔ یعنے بندوبست کے وقت جو کچھ رواج کے بموجب مالکان کی طرف سے مزارعان کو جس قدر حصہ ملتا ہو ہر ایک کا جُدا جُدا

---

۱ یہ تخمینہ پہلے زمانہ کا ہے آج اس سے دُگنا سمجھ لینا چاہیئے۔ مصنف

۲ ہر بیس سال کے بعد بندوبست کیا جاتا ہے البتہ بنگال میں استمراری بندوبست ہو چکا ہے گو بعض سرکار کے خوشامدیوں نے اس کو توڑنا چاہا مگر محبان ملک بنگال نے سر توڑ کوشش سے ان کی کوششوں کو چلنے نہ دیا۔ شاباش

درج رجسٹر سرکار کیا جاتا ہے مگر پہلے حصہ کی نسبت یعنے سرکاری مالگذاری کے متعلق تو مسل بندوبست پر پورا پورا عمل ہوتا ہے کہ جسقدر جمعبندی صاحب مہتمم بندوبست ہر ایک گاؤں پر بول دیتے ہیں بیس سال تک ہمیشہ اُن سے وصول ہوتی رہتی ہے خواہ اس علاقہ میں کتنا ہی ردوبدل (بغیر بُردی٭ برآمدی کے) وقوع میں آئے گیہوں کی جگہ جو اور جو کی جگہ باجرا بویا جائے یا کسی سال کسی وجہ سے زمین بالکل ہی خالی پڑی رہے تو بھی سرکار اپنی مالگذاری حسب تحریر بندوبست وصول کریگی - لیکن دوسرے حصہ کے متعلق یعنے مالکان و مزارعان کے حقوق کی بابت مسل بندوبست کی پابندی ضروری نہیں بلکہ اس سے بعد اگر اور رواج حصہ رسدی کا ہو گیا ہے تو سرکار کو اس میں دخل ہوگا کہ مزارعان کو اُسیقدر دلائے جو بندوبست کا رواج تھا۔

اس کے بعد سال میں دو دفعہ (مارچ اور اکتوبر میں) پٹواریوں کو گرداوری کا حکم ہے جس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ زمین کے متعلق جو جو انقلابات ہو رہے ہیں - ان کو درج رجسٹر کیا جاوے - اور زمین کی حیثیت یعنی تفصیل اجناس لکھی جاتی ہے - اس سے بعد قریب کٹائی کے افسر مال کھیتوں کو معائینہ کرکے تشخیص پیداوار کرتے ہیں - اور سالگذشتہ سے اُس تشخیص کو نسبت لگاتے جس کا نتیجہ سردست تو نہیں - مگر آئیندہ بندوبست میں اُس کا اثر ہوتا ہے - کہ جو مالگذاری جس زمین پر لگتی ہو - اگر اُس زمین کی حیثیت اس عرصہ میں بڑھ گئی ہوگی - تو مالگذاری بھی بڑھائی جائے گی - بسال بعد ایک نقشہ جمعبندی بنایا جاتا ہے - جس کا مطلب یہ ہے - کہ ہر ایک مالک کے قطعات متفرقہ کو یکجے ایک جگہ دکھایا جاوے - اور جو معاملہ مالگذاری اوس کے ذمہ ہے - اوس

٭ بردی برآمدی دریا کے کنارے والی زمینوں کو کہتے ہیں - جن کو دریا کی وجہ سے کبھی تو فائدہ اور کبھی نقصان ہوتا رہتا ہے - اس کو بندوبست میں شامل نہیں کیا جاتا - بلکہ ہر سال اُن کا بندوبست الگ ہوتا رہتا ہے -

ذمہ ہے۔ اوس کو تعین کیا جاوے۔ اور جو جو اوس کی ملکیت کے متعلق سال بھر میں انقلابات ہوئے ہیں۔ کہ کوئی قطعہ اوسنے فروخت کر دیا ہے۔ اور کوئی نیا خرید لیا ہے۔ ان انقلابات کو ایک جگہ دکھلایا جاوے۔

اس اجمال کی تفصیل اور تعمیل کرنے میں جس قدر رعایا کو دقتیں اور سرکار کے اخراجات ہوتے ہیں۔ اُن کی پوری پوری کیفیت ہم نہیں بتلا سکتے۔ وہ زمینداروں سے دریافت ہو سکتی ہے۔ اور کسیقدر تحریری ثبوت رسالہ قانون پٹواریاں و قانونگویاں۔ اور ایکٹ نمبر ۱۶ و نمبر ۱۷ سے مل سکتا ہے لیکن چونکہ گورنمنٹ کو رعایا کی فلاح و آسودگی منظور ہے اسلئے اُن اخراجات اور تکالیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتی۔ اور جس طریق اور ذریعہ کو رعایا کی آسودگی کے لئے مفید جانتی ہے۔ عمل میں لاتی ہے۔ مگر رعایا کے حق میں بلحاظ مالگذاری کے جو اصل مقصود ہے۔ ان سب تکالیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا یعنی جس قدر کوششیں اور مساعی اسپر صرف کی جاتی ہیں۔ اونکا نتیجہ اگر کچھ ہے۔ تو صرف سرکار کے حق میں ہے۔ رعایا کے حق میں کچھ نہیں۔ بلکہ رعایا کے حق میں مضر ہے۔ کیونکہ حکومت آمدنی کو خرچ سے نسبت لگاتے ہوئے ان تمام ذرائع کے اخراجات بھی جمع کرتی ہوگی۔ بعد ازاں اخراجات کے جو بچتا ہوگا۔ اُسے خالص آمدنی سمجھتی ہوگی۔ حالانکہ اگر یہ اخراجات کم ہوں۔ جیسے کہ اسلامی قانون پر عمل کرنے سے کم ہوتے ہیں۔ جنکا ذکر آگے آتا ہے۔ تو گورنمنٹ کو خالص آمدنی میں اضافہ معلوم ہو۔ تو عجب نہیں۔ کہ ترحم خسروانہ مالگذاری میں بھی تخفیف کر دے۔

حالت موجودہ میں سرکار اپنی تحریر کے مطابق زمین کی پیداوار سے ربع کی مستحق ہے۔ مگر نہ ایسی کہ ہر سال ربع پیداوار وصول کرتی ہے۔ بلکہ بندوبست بیس سال میں گذشتہ بیس سالوں کی اوسط نکالی جاتی ہے۔ قحط۔ ٹنڈی دل۔ کمی آبپاشی وغیرہ آفات ارضی و سماوی کا لحاظ رکھکر پیداوار بیس سالہ کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اور آئندہ کو اسپر قیاس کرکے قریب قریب ربع پیداوار کے مالگذاری

متعیّن ہوتی ہے۔ پٹوار۔ سڑک۔ تعلیم۔ وغیرہ جن کو لوکل ریٹ کہا جاتا ہے۔ غالباً اسی میں شامل ہوتے ہیں۔ مگر نہر کی آبپاشی اور کنوؤں کا آبیانہ الگ ہوتا ہے۔ بلکہ نہروں اور کنوؤں سے زمین کی حیثیت میں اگر ترقی ہوتی ہے۔ تو اُسپر ایک ٹیکس بصیغہ خوش حیثیتی بڑہایا جاتا ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ گورنمنٹ اپنے آپ کو ربع کی مستحق سمجھتی ہے۔ بلکہ لیتی ہے۔ مفصّلہ ذیل ہے۔

تشخیص کا عام اصول قابل عملدرآمد کے یہ ہے کہ سرکار کا مطالبہ زمین محال کی نصف پیداوار خالص کی مالیت تخمینی سے یعنی جس قدر حصہ پیداوار کی زمین کا صاحب زمین کو نقد یا بذریعہ جنس کے ملتا ہے۔ اوس حصہ کے نصف سے زیادہ نہ ہوگا۔ (سرکلرات مال جلد اول صفحہ ۳۰۳۔ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

ملک پنجاب کے اکثر اضلاع میں افسر تشخیص کنندہ کو زیادہ تر اُن زمینوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ جو مالکان خود کاشت کرتے ہیں زیادہ رعیّت جو مالکان کو حصّہ پیداوار دینے میں کاشت کرتے ہیں اس دقت کے رفع کرنے کے لئے تخمینہ جات پیداوار نمونہ نقشہ (د) مجوزہ قواعد زیر ایکٹ مالگذاری ۱۸۷۱ء مطلوب تھے۔ مگر یہ نقشہ کئی سال گذشتہ سے بیکار سجھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نقشہ اس غلط قیاس پر مبنی تھا۔ کہ کسی ضلع یا علاقہ کی کل اجناس کی مالیت کا ششم حِصّہ یا کوئی حِصّہ معینّہ معاملہ کی تشخیص کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس غلط اصول کو گورنمنٹ ہند نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ جو ہدایات ہر ایک بندوبست کے لئے زیر دفعہ ۱۹ ایکٹ مالگذاری ۱۸۷۱ء منظور ہوتی رہیں۔ اُن میں پیشگاہ گورنمنٹ سے تخمینہ نصفی محاصل بطور اندازہ کے مقرر ہوا۔ (ایضاً صفحہ ۳۰۶)

† تعجّب ہے۔ کہ باوجود اس سنگینی معاملہ کے لاہور کا انگریزی اخبار سول اگست اور ستمبر ۱۹۰۱ء کے پرچوں میں معاملہ اراضی کے ڈبوڑہا کرنے کا بڑے زور سے گورنمنٹ کو مشورہ دیتا ہے یا تو اِسے اصلی اندازہ پر اطلاع نہیں۔ گر دآید ترا ہر روز گنجے۔ پر عمل کرانا چاہتا ہے۔

پنجاب میں عموماً معاملہ زمین کی تشخیص محال وار ہوتی ہے اور معاملہ زمین کی بابت جو مستقل رقم مقرر کی جاتی ہے۔ اُس کی ترمیم بیس سے تیس سال کے عرصہ کے بعد ہوا کرتی ہے تشخیص کا اصول یہ ہے۔ کہ چند سال کی اوسط کے حساب سے جو لگان زمین کا نکلے۔ اُس کا نصف سرکار بطور معاملہ زمین کے لیتی ہے۔ اور باقی نصف مالک زمین کے واسطے چھوڑتی ہے۔ کئی حالات مفید اور غیر مفید کیوجہ سے جن کا اثر محالات زرعی پر پڑتا ہے۔ معاملہ زمین کے مطالبہ کا واقعی پرتہ قاعدہ مقررہ مذکور کے مطابق عموماً قائم نہیں رہتا۔ مفید حالات کی صورت میں مثلاً جب پیداوار کثرت سے ہو۔ یا نرخ گراں ہو جاوے۔ یا کاشت یا آبپاشی میں ترقی ہو۔ تو مالک زمین کو لگان کے نصف سے زیادہ وصول ہوگا۔ حالانکہ اگر معاملہ مستقل مقرر نہ ہوتا تو وہ نصف سے زیادہ کا مستحق نہ ہوتا۔ غیر مفید حالات کی صورت میں مثلاً جب بوجہ پڑنے ٹڈی دل کے یا بوجہ ژالہ زدگی کے یا طغیانی کے فصل بالکل تلف ہو جاتے۔ یا اوسکو کچھ نقصان پہونچے۔ یا بارش سے کم یا بیوقت یا بکثرت ہونے کی وجہ سے فصل ماری جاوے۔ یا جب انسانوں یا مویشیوں میں وبائی مرض پھیلنے کے امور کاشتکاری میں حرج واقع ہو۔ یا کسی اور طرح سے محال کی بہبودی میں فرق آتے۔ تو مستقل مطالبہ لگان کے نصف سے جسکی گورنمنٹ مستحق ہے۔ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اور جب کوئی آفت سخت پڑے۔ جب خراب موسم متواتر واقع ہوں۔ یا قحط پڑے۔ یا موسم طغیانی نہ ہو یا وسائل آبپاشی معدوم ہو جائیں۔ تو سالم محال یا اُسکا بہت بڑا حصہ خراب یا افتادہ ہو جاتا ہے۔ یعنی محال ایسی حالت میں ہو جاتا ہے۔ جو اُس حالت سے بالکل مختلف ہوتی ہے جس کی موجودہ بنیاد پر موجودہ تشخیص قائم کیگئی تھی" ایضاً صفحہ ۳۰۹۔

اس احسان کی وجہ کہ سرکار ربع پیداوار یا مالک کے محاصل کے نصف پر کیوں قناعت کرتی ہے۔ اور اس سے زیادہ کیوں نہیں لیتی گورنمنٹ

خود اظہار فرماتی ہے ۔

"تشخیص مستقل سے جو یہ دو متضاد نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ اوپر بطوری پوری غور ہونے سے وہ فائدہ مند نتیجہ حاصل ہوسکتا ہے۔ جو قاعدہ مذکور سے منصور ہے۔ سابقہ علداریوں کی نسبت جواب بہت زیادہ فائدہ مالک زمین کیلئے چھوڑا گیا ہے۔ اسکی خاص غرض منجملہ دیگر اغراض کے یہ ہے کہ معمولی اور اوسط درجہ کی جو مصیبت اوپر پڑے۔ اس کا سامنا وہ آپ ہی کرسکیں اور سرکار سے اسکی بابت مدد لینے کی خواہش نہ کریں" ایضاً صفحہ ۳۷۰۔

اسلامی قانون کی روسے نہ تو بندوبست کی تکلیفات ہیں نہ کسی اور اخراجات کا تحمل کرنا پڑتا ہے نہ رعیت پر بلاوجہ تکالیف شدیدہ کا بوجھ پڑتا ہے صرف مارچ اور اکتوبر کی گردآوری اور تشخیص کافی ہے۔ کیونکہ اسلامی قانون کے بموجب زمین کی پیداوار اگر بارانی اور بلا کسی اخراجات آبیانہ کے ہے تو کل پیداوار کا عشر یعنے دسواں حصہ سرکار کا حق ہے اور اگر بارانی نہیں بلکہ زمیندار کو آبپاشی کے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں جیسے کنویں اور نہروں وغیرہ کے آبیانے اور اخراجات تو ایسی اراضی کی پیداوار کا بیسواں[۱] حصہ سرکار کا حق ہے۔ پھر اس میں بھی اتنی رعایت ہے۔ کہ گرداور اور افسر مال کو حکم ہے۔ کہ تشخیص کرتے ہوئے تہائی کی رعایت کریں۔ اگر ان کی سمجھ میں تشخیص بالکل درست اور قابل اعتماد ہو۔ تہائی کی نہ کریں تو چوتھائی کی تو ضرور ہی

---

[۱] سن فی ما سقت السماء والعیون اوکان عشریا العشور وفیما سقی بالنضح نصف العشر (ترمذی وغیرہ) خراج اور عشر کی تفریق میں کوئی حدیث مرفوع کتب متداولہ میں نہیں ملتی جس سے یہ معلوم یا مفہوم ہوسکے۔ کہ اسلامی رعایا پر عشر ہے اور غیر اسلامیوں سے کم وبیش جس حدیث کو ہمنے اپنی دلیل سمجھکر نقل کیا ہے وہ سب اراضی پر شامل ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے بھی اس کا مفہوم عام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ تخریج زیلعی میں مرقوم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ کا فعل مندرجہ

تخفیف کریں مثلاً کسی اراضی میں سو من دانہ اندازہ ہو تو تینتیس من چھوڑ دیں یعنے سرسٹھ من دانہ سے دسواں یا بیسواں حصہ زمیندار کے نام لکھیں اور اگر ۳۳ فی صدی نہ چھوڑیں۔ تو ۲۵ فی صدی کی رعائت تو ضروری کرنی ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سو من میں دسویں حصّے کی حساب سے اگر دس من ہونگے تو تخفیف سے اگر ثلث کی ہو تو ساڑھے چھ اور اگر ربع کی ہو تو ساڑھے سات من رہ جائیگی اگر بیسویں حصّے والی زمین ہے تو اس کا نصف اندازہ کرلیں اس صورت میں حصّے سرکاری کی کمی کے علاوہ نا تو سرکار کو اخراجات کثیرہ کا متحمل ہونا پڑتا ہے اور نہ رہی رعیّت کو بیجا تکلیف محاصل کے دینے دلانے میں یا افسروں کی جمعبندی یا بندوبست کرنے میں برداشت کرنی پڑتی ہیں جس میں رعایا کی بہبودی اور آسائش ہر طرح نمایاں ہے کاش کہ گورنمنٹ عالیہ بھی جو ہر ایک مفید مشورہ کے ماننے کو ہر وقت تیار رہے اسی پر عمل کرے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

التوائے معاملہ

قحط سالی (اعاذنا اللہ منہ) یا دیگر ہر قسم آفات ارضی و سماوی سے اگر

ہدایہ وغیرہ بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ زمینوں سے اسی حدیث کے مطابق دسواں حصہ ہی لیا جائے کیونکہ حضرت موصوف نے سواد عراق پر فی جریب (قریباً بیگہ) ایک درم (آجکل کے حساب سے قریباً مساوی ۱۰) اور ایک قفیز جو بقول صاحب ہدایہ ایک صاع قریباً دو اڑھائی سیر ہوتے ہیں اور کھجوروں پر سات درم اور انگوروں وغیرہ پر دس دس درم مقرر فرمائے تھے جس کی وجہ خود شراح ہدایہ فتح القدیر وغیرہ نے یہ بتلائی ہے کہ چونکہ کھجوروں وغیرہ تنہ دار درختوں پر اخراجات کم ہوتے ہیں اور فائدہ کثیر اس لئے ان پر زیادہ مقرر کیا گیا ایسی تعیین ہمارے دعوے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷)

کسی اراضی کی پیداوار ماری جاوے تو اس صورت میں سرکاری معاملہ جو زمینداروں سے واجب الوصول ہوتا ہے اس کی نسبت گورنمنٹ نے حسب ذیل قواعد مقرر کیئے ہیں۔

التوائے معاملہ "التوائے معاملہ زمین کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یعنے (۱) تلفی فصل بوجہ ٹڈی دل یا ژالہ زدگی یا سخت طغیانی یا دیگر ہمچو قسم آفات ناگہانی (۲) کمی یا کثرت بارش یا بارش کا بے وقت ہونا یا آبپاشی یا موسمی سیلاب کا نہ ہونا یا نقصان بوجہ ریگ ماران دو صورتوں میں سے پہلی صورت میں ریونیو (مالی) افسر کا مقدم فرض یہ ہے کہ ہر ایک کھاتہ کی نسبت فوراً یہ دریافت کیا جائے کہ فصل کا کس قدر نقصان ہوا ہے اور اس کھاتہ کا کل پیداوار سالانہ کی مالیت سے فصل مذکور کی مالیت کو کیا نسبت ہے اس قسم کی آفات کی تحقیقات میں یہ دریافت کرنا ضرور نہیں ہے کہ محال کے قدرتی فوائد کیا ہیں اور صورت کاشت اور قبضۂ ملکیت کس قسم کا ہے۔ یہ آفات اس قسم کی ہیں کہ ان کی نسبت پیش بینی نہیں ہو سکتی جس قدر زراعت عمدہ ہوگی اسی قدر نقصان زیادہ ہوگا۔ یہ نقصان غالباً زیادہ رنج کا باعث ہوگا اس قسم کی کل آفات خصوصاً ژالہ زدگی قلیل عرض کے رقبہ پر دور تک سیدھی لین میں ہوتی چلی جاتی ہے اور اسی سبب سے عموماً پایا جائیگا کہ نا صرف محالات ملحقہ میں بلکہ ایک ہی محال کے کھاتوں میں یکساں نقصان نہیں ہوا۔ ایضاً صفحہ ۳۷۱۔"

اس قسم کی صورتوں میں کبھی مناسب نہ ہوگا کہ کسی سالم محال کی فصل حال کے کل

بقیہ حاشیہ: ہے کہ اسلام میں ہوئی ہوئی کا دسواں بیسواں حصہ مقرر ہے مخالف نہیں اسلئے کہ خراج دو قسم پر ہے موظف (مقرر) اور غیر موظف اگر رعایا تقاضا کرے کہ ہم پر خراج موظف کیا جائے تو ان پر موظف کر دینا بھی جائز ہے لیکن نسبت اس میں وہی دسویں یا بیسویں حصے کی ملحوظ رہیگی اور اگر ہم اس حدیث پر غور کریں جس کا مضمون یہ ہے کہ بذلوا اموالھم لیکون دماؤھم کدمائنا واموالھم کاموالنا یعنے ذمی اسی لئے جذیہ وغیرہ دیتے ہیں کہ ان کے خون اور مال ہمارے خون اور مالوں کی طرح محفوظ ہوں) تو اور بھی سادات کا خیال قوی

معاملہ یا اس کے کسی حصہ کی بابت التوائے کی رپورٹ کی جاوے جو رپورٹیں کیجائیں وہ ان اندراجات کی بنیاد پر ہونی چاہئیں جو خسرہ گرداوری میں ہر ایک کہیت کی بابت کئے ہوں۔ بعد اُس کے کہاتہ وار نتیجہ پر غور کی جاوے گی اور جس قدر کل کہاتوں کے التوائے کی میزان ہو اس قدر رقم کی بابت کل محال کے التوا کی رپورٹ کیجاوے گی التوائے ضروری کے معلوم کرنے کا معمولی طریقہ یہی ہوگا۔ اور اس سے صرف اس صورت میں انحراف کیا جائے گا جب گاؤں کے کل رقبہ کا نقصان ہوا ہو۔ دوسری قسم کی آفات سے یعنی بارش باراں کی خرابی سے یا آبپاشی یا موسمی سیلاب کے نہ ہونے سے عموماً سالم محالات کو نقصان پہونچیگا۔ سیلاب یا آبپاشی کے نہ ہونے کی صورت میں محال کے حصہ ہائے معین الحدود کو نقصان پہونچیگا۔ یعنے اُن حصص کو جنکی حدود اور خاص حالات محال کے نقشہ شجرہ اور کاغذات سالانہ اور لال کتاب میں درج ہونگے۔ اگر سالم محال کو نقصان نہ پہنچے۔ تو سالم محال کی نسبت تجویز کرنیکی بجائے صرف کہاتہ ہائے نقصان رسیدہ کی نسبت تجویز ہونی چاہئیے۔ جیسا کہ ژالہ دگی کی صورت میں قرار پایا ہے ظاہر ہے۔ کہ التوا کی رپورٹ اور اوس کا فیصلہ اگر ممکن ہو تو فصل کے کاٹنے اور اُٹھانے سے پہلے ہوجانا چاہئیے۔ اِس دوسری قسم کی آفات کی نسبت تجویز کرنے میں۔ ایک اور بھاری فرق کا لحاظ رکہنا چاہئیے۔ کہ گاؤں کی تشخیص کے وقت کوئی رونیو (مالی) افسر اس نقصان

ہوجاتا ہے۔ نیز فقہا کا یہ مسئلہ کہ موات اراضی (بنجر) کو آباد کرنے سے جیسا مسلمان مالک ہوجاتا ہے۔ ذمی بھی مالک ہوجائے گا۔ (قدوری) ہماری تائید میں ہے بعض صاحبوں (مثل صاحب ہدایہ وغیرہ) نے خراج کی غائیت تحدید نصف پیدا وار تک بھی لکھی ہے۔ مگر اس دعوے پر کوئی نقلی دلیل نہیں لکھی۔ بعض زندہ کرمفرماؤں نے نصف تک خراج لئے جانے پر یہودان خیبر کے معاملہ کیطرف توجہ دلائی کیونکہ یہودان خیبر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف بٹائی پر زمینیں عطا کی تہیں۔ مگر میری رائے ناقص میں خیبر کے معاملہ کو خراج کہنا صحیح

کا کچھ لحاظ نہیں کرتا۔ جو ژالہ زدگی یا ٹڈی دل سے غالباً ہونے والا ہو۔ لیکن مقامی بارش یا موسمی طغیانی یا غیر معین آبپاشی کے بے ٹھکانہ ہونے کا بارہا بلکہ عموماً لحاظ کیا جاتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ دوسری قسم کی آفات کی صورت میں تشخیص کی تحریر شدہ وجوہات پر احتیاط سے غور کیجئے۔ اور جس زمین پر آفات کا اثر پہونچا ہو اُس زمین کے معاملہ کے پرتہ کا مقابلہ اُس قسم کی اراضیات یا محالات ملحقہ کے پرتہ سے کیا جاوے۔ اوس کے بعد اگر یہ معلوم ہو۔ کہ امور کشتکاری کے بے ٹھکانہ ہونے کا لحاظ رکھکر پہلے ہی تشخیص کم تجویز ہوئی تھی۔ تو جائز ہوگا کہ بلا لحاظ حال کی تکلیفات کے اُس کم تشخیص کے وصول کرنے کا تدارک کیا جاوے۔ یا غایت درجہ معاملہ کا التوا اس صریح شرط پر کیا جاوے۔ کہ معاملہ ملتوی شدہ آخر کار ادا کرنا ہوگا۔ بعض صورتوں میں گو فصل کے بے ٹھکانہ ہونے کے لحاظ سے کم پرتہ لگایا گیا ہو۔ تو بھی اس امر پر غور کرنا ضروری ہوگا۔ کہ نقصان اُس سے زیادہ ہوا۔ یا اُس سے زیادہ قطعو نہ ہوا۔ جتنا افسر تشخیص کنندہ نے خیال کیا تھا۔ صاحب کلکٹر کو اس امر پر نتیجہ قایم کرنے میں نقشہ جنسوار سے مدد ملے گی۔ اور مزید برآں صاحب موصوف کو اپنی تحقیقات اور ملاحظہ زمین نقصان رسیدہ سے بھی مدد ملے گی۔ اگر صاحب کلکٹر کو اطمینان ہو جاوے کہ نقصان درحقیقت ہوا ہے۔ اور نقصان رسیدہ زمین کا منافع بہت کم ہوا

نہیں بلکہ وہ مزارعت تھی۔ یعنی مالکان اراضی نے مزارعوں کو نصف بٹائی پر دی تھی اسلئے کہ اگر خراج ہوتا۔ تو حسب دستور نصف پیداوار داخل خزانہ بیت المال کیا جاتا۔ جو خراج کا دستور ہے۔ نہ کہ صحابہ غانمین لیتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ غانمین اپنے اپنے علاقوں کی تحصیل کرتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حصہ کو وقف کر دیا تھا۔ اور وقف نامہ میں یہ لفظ صریح مرقوم تھے۔ کہ اس زمین کی پیداوار فلاں فلاں مصرف خیر میں صرف ہو۔ (صحیح بخاری وغیرہ) علاوہ اس کے خود حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت

جس قدر کہ تشخیص کرنے کے وقت خیال کیا گیا تھا۔ تو مطابقہ حال کے جزو کا التواء مناسب ہوگا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ صاحب رونیو (مالی) افسر آفات متعلقہ زراعت کے نقصان کی تحقیقات کے وقت اُس سے زیادہ معاملہ کے التواء کی تجویز کرنے پر مائل ہوتے ہیں۔ جس قدر کہ فصل ہائے تلف شدہ یا زمین نقصان رسیدہ کی بابت واجب الطلب ہوتا ہے۔ گو یہ قاعدہ مقرر نہیں کیا جاتا۔ کہ اس قسم کی رعائیت بالکل نہ کیجاوے۔ الّا صاحبان فنانشل کمشنر قرار دیتے ہیں۔ کہ جو اختیارات بروئے قاعدہ ہذا رونیو (مالی) افسر کو التوائے معاملہ کے باب میں دیئے گئے ہیں۔ اُن سے یہ مراد ہے کہ صرف اسقدر معاملہ کے التواء کی تجویز کیا کریں۔ جو ٹھیک حساب سے فصل یا زمین نقصان رسیدہ کی بابت واجب الادا ہو۔ معاملہ مذکور کی مقدار صاحب رونیو (مالی) افسر ہر صورت میں رُویداد کے مطابق تجویز کرینگے۔ اور صاحب موصوف کو اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی رائے سے اُس مقدار سے زیادہ التواء تجویز کریں جو فصل یا زمین نقصان رسیدہ کی بابت واجب الطلب ہو اگر اس سے زیادہ التوائے مطلوب ہو تو صاحب فنانشل کمشنر کے صدور حکم کے لئے رپورٹ کرنی چاہیئے۔ ایضاً صفحہ ۲، ۳۔

جس محال میں تشخیص کے بعد زمین زیادہ کاشت ہو گئی ہو وہاں یہ ترقی کاشت

میں فرمایا تھا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ پچھلے مسلمان غنیمت کے مال سے بےنصیب رہ جاویں گے تو میں بھی جس زمین کو فتح کرتا۔ غانمینوں پر تقسیم کر دیتا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔ پس ان وجوہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خیبر کی بٹائی خراج نہ تھی بلکہ حصہ مزارعت تھا۔ پس نیز کے نزدیک خراج اور عشر میں بلحاظ نسبت پیداوار کوئی فرق نہیں ہاں نام جدا جدا دینے والوں کی حیثیت سے ہیں مسلمانوں سے بطور زکوٰۃ لیا جائیگا اور کفار سے بطور ٹیکس جیسا کہ مال تجارت میں فقہاء کی تصریحات موجود ہیں پس ان دونوں (عشر اور خراج) کیلئے مقدار کا الگ الگ ہونا بھی ہمارے دعوے سے مخالف نہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم

بقیہ حاشیہ

اس امر کیلئے کافی وجہ ہوگی۔ کہ جس آفت کا اثر گاؤں کے صرف ایک حصّہ پر پہنچا
اوس کی بابت التواء کی تجویز نہ کی جائے۔ بشرطیکہ کھاتہ ہائے نقصان رسیدہ
کو ترقی کاشت کا فایدہ پہنچا ہو۔ مثلاً حال میں ایک مقدمہ صاحب فنانشل کمشنر
کے سامنے پیش ہوا جس میں ایک بڑے گاؤں کی فصل کا ایک حصّہ ژالہ زدگی
سے تلف ہو گیا تھا۔ ہر ایک کھاتہ کا نقصان حسب ضابطہ دریافت کیا گیا معلوم ہوا
کہ مالکان کو بوجہ ترقی کاشت کے نقصان مجرا دیکر بھی اُس رقبہ سے زیادہ رقبہ
کی پیداوار حاصل ہوتی جس رقبہ کی پیداوار اُنکو بوقت تشخیص حاصل ہوا
کرتی تھی۔ اور جس کی بنیاد پر تشخیص حال عمل میں آئی تھی۔ چونکہ تشخیص واجبی تھی
اسلئے گو نقصان بذاتہ بھاری معلوم ہوتا تھا۔ مگر بمقابلہ تشخیص واجبی کے التواء
معاملہ کیلئے کافی نہ تہا۔ (ایضاً صفحہ ۳۷)

اسلامی قانون میں چونکہ ہوتی بہوتی کا اصول ہے یعنی پیداوار کا حصّہ لیا
جاتا ہے اسلئے یہ ضروری ہے کہ اگر پیداوار نہ ہو۔ تو جہاں رعیت کا نقصان ہو سرکار بھی
شریک نقصان ہو اسلئے جیسی تکلیف یا آفت ہو ویسی ہی معافی ضروری ہے۔ اگر
کل پیداوار پر آفت ہو۔ تو کل معاملہ سرکاری معاف ہو۔ اور اگر کسی حصّے پر آفت ہو جائے
تو اوسی حصّے کے موافق معاملہ نہ صرف ملتوی رہے گا۔ جو واجب الادا سمجھا جاوے
بلکہ بالکل معاف ہی کیا جاوے۔ جو مصیبت زدوں کے حسب حال ہے۔
کچھ شک نہیں۔ کہ حکومت کو اپنی غریب رعایا سے وہی نسبت ہے جو حقیقی
ماں کو اپنے بچوں سے ہوتی ہے۔ اسی لئے گورنمنٹ اپنی رائے متعلق مالگذاری
مطبوعہ سنہ ۱۹۰۳ء میں رعایا پروری کا خود اظہار فرماتی ہے۔

چونکہ جماعت زراعت پیشہ براعظم ہند کی کل آبادی کا جزو اعظم ہے۔ اور بیشتر مستند
کے مالیہ کا بہت بڑا حصہ ادا کرتی ہے۔ اس لئے ممکن نہیں۔ کہ گورنمنٹ کو اُنکی
بہبودی کا تہ دل سے خیال نہ ہو۔ اور اس امر سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ واسطے
محاصل مالگذاری اراضی پر ان جماعتوں کی خوشحالی کا بڑا مدار ہے۔ پس معاملہ کو

ایک نہایت اہم قومی سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ کسی خاص فریق یا فرقے کے باہمی تنازعات تک محدود نہیں۔ اور اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ اس کی نسبت فی الفور نہایت کامل غور وخوض کی جائے اور بڑی کشادہ دلی سے اسکے متعلق کارروائی ہو۔

اِسی کتاب کے صفحہ ۹ پر فرمایا ہے۔

(۴) اگرچہ خشک سالی کے لازمی نتایج کو قطعی طور پر روکنا امر محال ہے۔ تاہم ان نتایج کے اثر کو کم کرنا مرجحاً ایک ایسا امر ہے۔ کہ گورنمنٹ کو اس پر نہایت غور سے توجہ کرنی چاہیئے۔ ممکن نہیں کہ گورنمنٹ کی یہ خواہش نہ ہو۔ کہ تشخیص مالگذاری منصفانہ طریق پر کی جائے۔ اور اُس کی اوسط مناسب نکلے۔ اور زمین کے مالک یا کاشتکار کے لئے (جیسی کہ صورت ہو) اس قدر گنجائش منافع کی چھوڑ دیجائے کہ وہ معمولی موسموں میں کیقدر رپس انداز کر کے غیر معمولی مصائب کا بوجھ اُٹھا سکے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر فرمایا ہے۔

جو لوگ تشخیص مالگذاری کی اصلیت سے واقف ہیں۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ افران متہمم بندوبست کا روز بروز اس امر کی طرف میلان بڑھ رہا ہے۔ کہ مالگذاری کو نرم کیا جائے۔ اور اس میلان کی تائید گورنمنٹ کے مسلمہ اصول انتظام سے ہوتی ہے اور اس اصول کے مایل بہ نرمی ہونیکا قطعی ثبوت یہ ہے۔ کہ مطالبہ سرکار میں جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔ بتدریج تخفیف ہو رہی ہے۔ جس قدر گورنمنٹ کے افسراں کو لوگوں سے زیادہ واقفیت ہوتی ہے۔ اور جس قدر انکا باہمی میل جول بڑھتا جاتا ہے۔ اُسی قدر کم تشدد کی امید سرکاری مطالبہ وصول کرنیمیں ہوسکتی ہے۔ عہدہ داران سرکاری کو لوگوں کے ساتھ اسقدر گہرے تعلقات رکھنے کا موقع کسی سرکاری کام میں نہیں ملتا جیسا کہ بندوبست کے کام میں ملتا ہے۔ اور ان عہدہ داروں کی کبھی یہ خواہش نہیں ہوسکتی۔ کہ اُن لوگوں کو رنجیدہ کریں جس میں وہ اپنی زندگی کا ایک نہایت جفاکش حصہ بسر کرتے ہیں یا یہ کہ ایسا بندوبست جاری کریں۔ جو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد چل نہ سکے۔ میلان فطرتی اور نیز

گورنمنٹ عالیہ ہند کے جدید احکام اس امر کے مقتضی ہیں۔ کہ تشخیص مالگذاری معقول اور اعتدال پر ہو۔

ان معقول وجوہ اور روزانہ تجربہ سے ہمیں امید بندھتی ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کسی نہ کسی روز نہ صرف صیغہ مالگذاری میں بلکہ جملہ قوانین میں **اسلامی قانون** پر عمل پیرا ہو جائیگی۔

عطائے اراضی

عطائے اراضی سے جاگیر دہی یا ہمچو قسم مراد نہیں بلکہ وہ عطا اراضی مراد ہے جو علاقہ بار (پنجاب) میں ملی ہیں یا ملتی ہیں اور ملینگی۔ اس کے متعلق گورنمنٹ نے مختلف مراتب تجویز فرماتے ہیں **آبادکار زمیندار متمول**۔ آبادکاروں سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے ہاتھ سے کاشت کرتے ہیں۔ زمیندار مالکان آراضی وہ ہیں۔ جنکی ملکیت میں آراضی ہو۔ اور مزارعان سے کاشت کراتے ہوں متمول وہ لوگ ہیں۔ جنکا پیشہ زمینداری نہ ہو۔ مگر مالدار ہوں۔ آبادکاروں کو فی کس ایک مربع* ملتا تہا۔ زمینداروں کو چار پانچ مربع مل سکتے ہیں۔ متمولوں کو بیس تک بھی ملجاتے تھے۔ آبادکاروں کو حسب ضرورت تقاوی (امداد سرکاری) بھی دیجاتی ہے۔ جو بعد استطاعت وصول کیجاتی ہے۔ اور زمینداروں سے مبلغ چھ روپے فی ایکڑ بطور نذرانہ نصف قبل از دخلیابی اور نصف پانسال بعد لیا جاتا تھا۔ اور متمول اگر دس مربع تک لے۔ تو فی ایکڑ مبلغ دس روپے۔ اور اگر پندرہ لے تو مبلغ پندرہ روپیہ اور اگر بیس کی درخواست کرے۔ تو فی ایکڑ مبلغ بیس روپے بطور نذرانہ لیا جاتا ہے۔ اور معاملہ تینوں قسموں سے اول سال کا تمام اور دوسرے سال کا نصف معاف۔ آئندہ کو جو وقتاً فوقتاً مقرر ہو لیا جاتا ہے۔ بعد پانسال کے زمین قابضوں کے پاس فروخت ہوتی ہے جس کی قیمت حسب اشتہار گورنمنٹ خوش حیثیتی و معاملہ زمین اور مالکانہ مجوزہ کی اعلےٰ ترین شرح سے

---

* ایک مربع ۲۸۔ ایکڑ کے برابر ہوتا ہے۔

دس گنا رقم کے برابر ہوگی جو تخمیناً ۳ فی ایکڑ کے قریب ہوتی تھی۔ اور یہ زرِ ثمن پانچ اقساط میں وصول کیا جاتا ہے۔ جن میں چار آخری اقساط پر سود بحساب ½ ۴ فیصدی تاریخ خرید سے واجب الادا ہوتا تھا۔ (فروشہ ایکٹ متمول دفعہ ۱۸) اگر قابضِ آراضی اتنی قیمت نہ دے تو مالک متصوّر نہ ہوگا۔ بلکہ بحیثیت مزارع موروثی سرکار کی طرف سے قابض رہیگا۔ علاوہ اس کے اور کئی قسم کی شرائط ہیں۔ جو طول طویل ہونے کی باعث ہم نقل نہیں کر سکتے۔ گورنمنٹ کو یہ بھی اختیار رہا ہے کہ کسی شرط کی عدم تعمیل پر عطیہ واپس کر لے۔ سڑکوں اور نہروں کے واسطے بلا کسی معاوضہ کے آراضی بلا عذر دینی ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص ابتدا سے مالکانہ قبضہ چاہے۔ تو نیلامی میں جو قیمت مقرر ہو۔ اُسپر دیجاتی ہے۔ چونی ایکڑ مبلغ دو سو روپیہ تک بھی فروخت ہوتی ہیں۔ غرض جس قیمت پر رعایا آپس میں خرید و فروخت کرتی ہے اوسی قیمت پر سرکار سے مِلسکتی ہے۔

اِسلامی قانون عطاء آراضی کی بابت بالکل آسان ہے ارشاد نبیؐ ہے کہ "جو کوئی کسی[1] ویران زمین کو آباد کر لے وہ بلا کسی معاوضہ یا نذرانہ کے اُسی کی مِلک ہے" حاکم کی اجازت محض رفع تنازعات کیلئے ہے۔ نہ کوئی نذرانہ پیشگی ہے نہ مابعد نہ کوئی قیمت ہے نہ ثمن۔ گورنمنٹ نذرانہ بھی حسب حیثیت لیتی ہے۔ اور مالکانہ بھی۔ اور بعد چند سال کے جب اراضی کی حیثیت زمینداروں کی محنت سے ترقی کر جاتی ہے۔ تو زرِ ثمن بھی وصول کرتی ہے۔ اور کئی قسم کی شرائط لگاتی ہے۔ بلکہ دن بدن شرائط میں شدت کیجاتی ہے۔ پس اس مقابلہ کی ہم شرح کیا کریں۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔ ہاں اسی لئے گورنمنٹ کے حضور با ادب ہماری درخواست ہے۔ کہ وہ اِسلامی قانون کو دستور العمل بنا دے۔

---

[1] من احیی ارضا میتۃ فھی لہ (حدیث ترمذی وغیرہ)

معدنیات وکانہائے

معدنیات جو زمین سے برآمد ہوں اونکے متعلق گورنمنٹ کا قانون یہ ہے۔

تمام کانیں دہات اور کوئلے کی اور تمام تیل جو زمین سے نکلتا ہے اور طلائی ریگ

از اں سرکار متصور ہونگے۔ اور سرکار کو وہ سب اختیارات حاصل ہونگے

اور جو حق مذکور سے واجبی فائدہ اُٹھانے کیلئے ضرور ہوں۔ (ایکٹ نمبر ۱ دفعہ ۴)

یعنے جسقدر کانیں وغیرہ از قسم معدنیات کسی اراضی میں ظاہر ہونگی وہ سب

سرکار کی ملک ہیں۔ ہاں اُس زمین پر اگر دوامی قبضہ سرکار نے کیا تو بنظر

ترحم خسروانہ مالک اراضی کو اصل قیمت دیجائیگی۔

اسلامی قانون کے مطابق معدنیات میں بیت المال سرکاری کا پانچواں

حصہ حق ہے اور باقی مالک اراضی کا۔

اِس نسبت کا مقابلہ ہی کیا دکھایا جاوے۔ اور کہاں تک بحث کرکے

اِسلامی قانون کی فضیلت اور آسانی اور رعیت کے حق میں موجب

آسائش وباعث فلاح ہونا ثابت کیا جاوے۔ عیاں راچہ بیاں

خاتمہ متعلقہ فلاح وآسودگی رعایا

اس عنوان کے ذیل میں ہم اُن اخراجات پر بحث کرینگے۔ جو گورنمنٹ کی

اصطلاح میں رسوم عدالت وغیرہ سے موسوم ہیں۔

اسلامی قانون میں تو کوئی رسوم عدالت ہے نہ کوئی رسوم رجسٹری عدالت

کا طریقہ بالکل سادہ اور آسان ہے کہ ہر ایک شخص قاضی کے مکان پر جاکر زبانی

یا سادہ کاغذ پر لکھ کر اپنی عرضی گذارے۔ اگر گواہ ساتھ ہوں۔ تو پیش کرے۔

ﷺ المعدن جبار والبئر جبار وفی الرکاز الخمس

نہیں تو تاریخ مقررہ پر ساتھ لاوے۔ اگر اس کے کہنے پر نہ آویں تو سرکار سے امداد بلا کسی رسوم کے ملیگی جسطرح اشیاء منقولہ کی خرید و فروخت بلا کسی صرف رجسٹری کے ہوتی ہے۔ غیر منقولہ کی خرید و فروخت بھی ہو سکتی ہے۔ اگر تحریر کی ضرورت ہو تو آپس میں سادہ کاغذ پر بہ ثبت شہادت شاہدان بعینا ہ لکھا جائیگا۔ جسپر سرکار کی تصدیق کی کوئی حاجت نہیں نہ کوئی رسوم ہے اسیطرح ہر ایک شخص جو چاہے معاہدہ کر سکتا ہے زبانی کرے یا تحریری کوئی رسوم نہیں ایسا ہی جو شخص جقبنے کی چاہے رسید لکھدے کوئی رسوم سرکاری نہیں صرف سادہ کاغذ ہی معتبر ہوگا علےٰ ہذالقیاس اور بھی کسی طرح کی کوئی رسوم وغیرہ نہیں جو آجکل گورنمنٹ کے قانون کے مطابق دی جاتی ہیں۔ گورنمنٹ کے قانون میں رسوم بشرح ذیل ہیں۔

دیوانی نالش میں ہر مبلغ پانچر روپیہ پر عموماً ۶ر فیس کورٹ ۴ر طلبانہ مدعا علیہ طلبانہ گواہاں۔ اجرت عرضی لکھائی وغیرہ علیحدہ۔ ہر نالش فوجداری پر ۸ر فیس کورٹ ۴ر۔ طلبانہ مستغاث علیہ۔ طلبانہ گواہان علیحدہ ۲ر۔ لکھائی وغیرہ ہر تحریری معاہدہ پر ۸ر کا کاغذ مبلغ عہ۲ روپیہ سے زائد کی رسید پر ۱ر فیسکورٹ۔ رجسٹری جائداد غیر منقولہ پر فیصدی ایک روپیہ[1] پھر اگر قبضہ کی بابت مقدمہ ہو تو مبلغ ۸ر سیکڑہ رسوم

حالانکہ اگر بغور دیکھا جاوے تو رجسٹری پر سرکار کی مہر کی حاجت اسی لئے ہے کہ تنازع کیوقت تکلیف نہ ہو ورنہ کیا ضرورت ہے کہ لوگ آپس میں لین دین کریں جس میں ان کو کسی طرح سے تنازع اور فساد کا خطرہ بھی نہ ہو اسپر بھی سرکار فی سینکڑہ ایک روپیہ اُن سے لے اور جو عدالتوں میں مستورات اور کاروبار والوں کو آنے جانے سے حرج ہو جاتا ہے وہ الگ رہا پہلے رجسٹری پر اگر رسوم لی جاتی اور بعد اس کے دعوے قبضہ بلا اخذ رسوم ہو سکتا تو بھی ایک بات تھی گو اسپر

[1] یہ فیس پہلے زمانہ کی ہے آجکل ٹکٹ علاوہ فیصدی ہے مشتری کو الگ دینا پڑتا ہے مصنف

نوٹ - یکم جنوری ۱۹۲۳ء سے بجائے ۴ر کے ۶ر

بھی سوال ہوتا کہ جن لوگوں کو مقدمہ تک نوبت ہی نہ پہنچے اُن سے فیس رجسٹری کیوں لی جائے مگر لطف تو یہ ہے کہ پہلے بھی لیجاتی ہے اور پیچھے بھی اسپرہ طرہ یہ ہے کہ دیوانی نالش میں سب جائز خرچہ مدعاعلیہ پر ڈالا جاتا ہے اور اگر عدالت ماتحت کی غلطی کی اپیل کی جاوے تو ماتحت عدالت کا خرچہ بھی فریق مغلوب پر جو پہلی عدالت کے حکم سے غلبہ پا چکا تھا۔ ڈالا جاتا ہے۔ حالانکہ پہلے فیصلے کی غلطی عدالت سے ہوئی تھی۔ جبپر فریق مغلوب نے اپیل کی تھی اور اگر ماتحت عدالت ایسا فیصلہ نہ دیتی تو کیوں اپیل تک نوبت پہنچتی چونکہ اخراجات کا بوجھ سب اہل مقدمہ پر پڑتا ہے اس لئے بسا اوقات مظلوم ایسی دادخواہی سے سبکدوش رہتے ہیں اور ملک میں ظلم کی کثرت ہوتی ہے اور جس کام کے لئے عدالت کی ضرورت تھی اس کے لحاظ سے عدالت بیکار رہتی ہے اسلامی قانون نے ان تمام ضرورتوں سے مستغنی کر دیا۔ جن لوگوں کو عدالتوں سے کبھی تعلق ہوا ہو گا وہ ہمارے بیان کردہ اخراجات کو بہت ہی کم سمجھینگے ہمنے بھی اس کو بطور مشتے نمونہ از خروار دانذ کے از بسیار ہی لکھا ہے۔

ہماری غرض اس رسالہ سے صرف یہی ہے کہ حکومت تک یہ بات بڑے اخلاص اور نہائت ادب سے پہونچادیں۔ کہ اسلامی قانون بلحاظ آسائش رعایا اور فوائد سرکار ہر طرح سے اس قابل ہے کہ گورنمنٹ اس کو اپنا دستورالعمل بنادے تاکہ دنیا پر نہ صرف یہی واضح ہو کہ حکومت اپنی رعایا کی بہی خواہ ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ گورنمنٹ سچائی اور مفید مشورہ کے قبول کرنے میں کسی قومی یا مذہبی تعصب کی پابند نہیں۔

ہمنے اپنا فرض منصبی الحمد للہ پورا کر دیا اب قبول کرنا گورنمنٹ کا کام ہے

دعا۔ اے خدا دنیا کے اصلی مالک اور حقیقی بادشاہ دلوں پر قبضہ تام رکھنے والے آقا ہم عاجزوں کا کام جو تھا کہ ہم حکومتوں کے گوش گذار کریں۔

وہ تو ہم نے کردیا۔ اب اس سے آگے تیرا کام ہے کہ تو اُن کے دل پر
اسلامی قانون کی خوبی کا سکہ جما۔ اور اُن سے عمل کرا کر اپنے عاجز بندوں
کو فائدہ پہنچا۔

آمین یا رب العٰلمین

حافظ وظیفہ تو دُعا گفتن است و بس
در بندِ آں مباش کہ نہ شنید یا شنید

گردھر سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ لال چند بہل پرنٹر طبع شد

کتب خانہ ثنائی امرتسر کی مختصر فہرست

متعلق قادیانی مشن

شہادت القرآن — اثبات حیوٰۃ مسیح بن مریم کے — حصہ اوّل ۱۴/ — دوم ۱۲/ — کل دونوں کے خریدار کو محصولڈاک وغیرہ معاف ۱۲/

الہامات مرزا — الہاموں کی کافی تردید ۱۲/

مرقع قادیانی — مرزا صاحب قادیاں کی کافی تردید ۶/

صحیفہ محبوبیہ — جواب مکتوب آصفیہ ۶/

تاریخ مرزا — مرزا صاحب کی زندگی کے صحیح صحیح حالات ۸/

نکاح مرزا — آسمانی نکاح پر کافی تفصیل ۲/

شاہ انگلستان اور مرزا قادیاں ۲/

فاتح قادیان — مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کی تفصیل انعامی بحث لودہانہ ۶/

فسخ نکاح مرزائیاں — فتوے علمائے اسلام ۴/

عقائد مرزا — مفید رسالہ ۱/

چیستان مرزا — عمر مرزا کے متعلق ۱/

زار قادیاں — زار روس کے متعلق ۱/

الخبر الصحیح — خبر مسیح کی تحقیق ۲/

متعلقہ عام اہل اسلام

تعلیم القرآن — بالاجمال قرآن شریف کی تعلیم کا بیان۔ قیمت صرف ۲/

قرآن اور دیگر کتب — مقابلہ دکھایا گیا۔ قیمت ۲/

اسلامی تاریخ — آنحضرت کے حالات بطرز حکایات ۳/

خصائل النبی — ترجمہ شمائل ترمذی ۲/

السلام علیکم — سلام کے احکام ۲/

ہدایۃ الزوجین — بیوی خاوند کے احکام ۲/

کلمہ طیبہ — کلمہ شریف کی تفسیر ۲/

توحید و تثلیث — دونوں مضامین ۳/

شریعت و طریقت ۲/

ادب العرب — عربی صرف و نحو ۸/

دلیل الفرقان — بجواب اہل القرآن مولوی عبداللہ چکڑالوی قیمت ۴/

عصمت و نبوت — پادری ہینز صاحب کی کتاب عدم معصومیت محمد کا جواب قیمت ۶/

عصمت النبی ۲/

عزت کی زندگی ۲/

میل وملاپ ۴/

لغات القرآن عہ/

البرہان العجائب ۱۲/

متعلقہ آریہ

حق پرکاش:۔ بجواب ستیارتھ پرکاش عہ/

ترک اسلام — دہرمپال کے ترک کا جواب ۱۲/

بحث تناسخ:۔ تناسخ پر مکمل بحث ۶/

ثمرات تناسخ:۔ تناسخ کے نتائج ۶/

حدوث وید ویدوں پر بحث ۲/

حدوث دنیا۔ دنیا کے حدوث کا ثبوت ۳/

الہام۔ الہام پر بحث ۲/

شادی بیوگان اور نیوگ ۲/

مناظرہ نگینہ۔ نگینہ کی مصدقہ بحث ۱۲/

مناظرہ خواجہ۔ خواجہ کی مصدقہ بحث مع فیصلہ ۴/

مناظرہ جبل پور ۴/

القرآن العظیم — قرآن اور وید کا مقابلہ ۳/

تبر اسلام۔ بجواب اسلام ہمسر دہرمپال ۶/

جہاد وید۔ ویدوں سے جہاد کا ثبوت ۳/

نماز اربعہ — چار مذاہب کی عبادتوں کا مقابلہ ۴/

متعلقہ اہلحدیث

اہلحدیث کا مذہب۔ مسائل کا بیان ۸/

تقلید شخصی اور سلفی ۸/

حدیث نبوی اور تقلید شخصی — دونوں مضمونوں پر بحث ۶/

علم الفقہ۔ مسائل فقہ کی تنقید ۲/

آمین رفع یدین ۲/

فتوحات اہلحدیث — ہائیکورٹوں کے فیصلجات بحق اہلحدیث ۸/

اخبار تقلید۔ دونوں مسائل پر مفصل بحث ۸/